محبت دشت فرقت میں





محبت دشت فرقت میں

مہرشہ

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی چہرے پر نائٹ کریم لگا رہی تھی جب موبائل کی بپ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا وہ جلدی سے ہاتھوں پر ہینڈ لوشن کا مساج کرتی بیڈ کی طرف آئی تھی اور بیڈ پر بیٹھ کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھا کر کان سے لگایا تھا۔

''ہیلو!'' اس نے آرام دہ انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تھی۔

''میں شہروز بول رہا ہوں ساویہ! اتنے دن سے تمہیں کال کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تم میرا نمبر دیکھ کر موبائل آف کر دیتی ہو، اب میں نے نمبر بدل کے فون کیا ہے تو تم نے فوراً اٹھا لیا کیوں؟'' دوسری طرف موجود شہروز بخاری نے تیکھے انداز میں اس سے پوچھا تھا ساویہ نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

''کیونکہ میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔'' اس کے لہجے میں برسوں کی اجنبیت جھلکنے لگی تھی، وہ حیران پریشان سا رہ گیا۔

''لیکن کیوں؟ اتنی بے نیازی کی وجہ......؟'' وہ تیزی سے بولا تھا ساویہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''بڑے اسمارٹ بنتے ہو تم شہروز بخاری، وعدے وعید میرے ساتھ اور عشق کسی اور کے ساتھ؟'' وہ آگ اگلنے لگی تھی شہروز بخاری چند لمحے تو کچھ بول ہی نہ سکا اور جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔

''تمہاری عقل تو ٹھکانے پر ہے، کس سے عشق لڑا رہا ہوں میں بولو؟''

مکمل ناول



"عروبی سے ... میری بہن سے عشق لڑایا! تم نے یہ احساس کیے بغیر کہ وہ نہ صرف میری بہن ہے جس کے ساتھ زندگی بتانے کی تم قسمیں کھاتے تھے بلکہ ایک شادی شدہ لڑکی ہے۔" وہ اس کے ردعمل کی پرواہ کیے بغیر انتہائی سفاکی سے بولے چلی جا رہی تھی شہروز بخاری پھٹ پڑا۔

"کس نے کہا تم سے یہ سب کچھ یا پھر خود تمہارا دل مجھ سے بھر گیا ہے جو تم نے مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے یہ من گھڑت کہانی گھڑی ہے؟" وہ خود پر قابو رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔

"تمہاری خاطر اس نے اپنے شوہر سے جھگڑا کیا اور نتیجتاً اپنا گھر برباد کر بیٹھی، اسے طلاق ہو گئی ہے۔" وہ ایک ایک لفظ جما جما کر بولی تھی شہروز بخاری کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"اوہ مائی گاڈ!"

"اس نے تو اپنے شوہر کے ساتھ بے وفائی کی ہی لیکن تم نے بھی میری وفاؤں کا خون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس لئے پلیز اب نہ مجھ سے کبھی رابطہ رکھنا اور نہ اس سے، کیونکہ گھر والوں نے اسے سختی سے تم سے ملنے اور تم سے رابطہ رکھنے سے منع کر دیا ہے۔" اس نے تیزی سے کہہ کر فون آف کر دیا تھا اور وہ کچھ کہنے کی کوشش میں ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

ٹیکسی سے اتر کر وہ تیزی سے اس سیاہ گیٹ کی طرف آئی تھی اور ڈور بیل پر ہاتھ رکھا تھا کچھ دیر بعد ہی ملازمہ نے گیٹ کھول دیا تھا اور اسے اندر آنے کا کہہ کر خود آگے چلنے لگی تھی۔

"السلام علیکم پھپھو!" مہر النساء کے بیڈ روم میں داخل ہوتے ہی اس نے زوردار انداز میں سلام دے مارا تھا وہ جو صوفے پہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھی سر پر دوپٹہ جمائے تسبیح پڑھنے میں گم تھیں یکدم چونک کر سامنے دیکھا پرجوش سے انداز میں ان کے گلے آ لگی انہوں نے حیرت اور ناگواری سے اسے دیکھا پھر چپ چاپ ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھ گئیں۔

"کیسی ہیں پھپھو آپ؟" وہ ان کے برابر بیٹھتے ہوئے خوشدلی سے بولی تھی وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہوں، تم سناؤ؟" وہ خود کو نارمل رکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں پھپھو، اتنا عرصہ گزر گیا آپ سے ملے ہوئے پورے چھ ماہ بعد میں آپ سے مل رہی ہوں، قسم سے پھپھو بہت یاد آتی تھیں آپ، بہت جی چاہتا تھا آپ سے ملنے کو لیکن یہ سوچ کے ڈر جاتی تھی کہ شاید عروبی کی وجہ سے آپ مجھ سے ملنے سے انکار نہ کر دیں، پھپھو آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں نا۔" وہ رک رک کر بولی تھی انہوں نے گہری نظروں سے اس کے حسین چہرے کو دیکھا جیسے کچھ کھوج رہی ہوں پھر فرط جذبات سے مغلوب ہو کر اسے گلے سے لگا کر بھینچ لیا۔

"نہیں سادیہ بیٹا! میں تم سے کیوں ناراض ہوں گی؟ بس میرے بیٹے کا نصیب ہی خراب تھا۔" اپنے آخری جملے پر وہ تلخ ہو گئیں تو وہ جزبز سی ہونے لگی۔

"ہم تو خود آپ سے شرمندہ ہیں پھپھو کے عروبی نے اپنے بسے بسائے گھر کو کیوں اجاڑا؟ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے پھپھو جیسے ہم دونوں ایک ماں باپ کی اولاد ہیں ہی نہیں، کہاں میں ایک عورت ہونے کے ناطے اپنے وقار اور عزت نفس کا پاس رکھنے والی اور کہاں وہ...... ایک ہی پل میں...... خیر پھپھو چھوڑیں ان باتوں کو، ویسے بھی

ادھڑنے لگتے ہیں۔" اس نے اداس اور غمگین لہجے میں کہا تھا مہر النساء اسے حیرت سے جانچتی نظروں سے دیکھنے لگیں وہ کیسے اپنی ہی سگی بہن کے خلاف بول رہی تھی اس نے جب ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات دیکھے تو گڑبڑا سی گئی پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"آپ سوچ رہی ہوں گی پھپھو کہ میں اپنی ہی بہن سے اتنی بدظن کیوں؟ تو پھپھو حقیقت یہ ہے کہ اس نے مجھے بہت مایوس کیا ہے میں نے اسے اس غلط راستے پر چلنے سے روکنے کی بہت کوشش کی، اسے سمجھایا کہ امجد تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے اس کی محبت کی حفاظت کرو، اس کی وفاؤں کا پاس رکھو، ایسا مکمل انسان تمہیں عمر بھر نہیں ملے گا اسے کھونے کی غلطی مت کرو لیکن پھپھو...... "وہ اذیت سے کہتی رک کر انہیں دیکھنے لگی جن کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"وہ بہت دور نکل چکی تھی، وہ کہتی تھی کہ اس کے پاس واپس پلٹنے کا کوئی راستہ نہیں بچا، اس کے دل میں امجد کے لئے کوئی جذبہ نہیں رہا وہ صرف اس کی ہونا چاہتی ہے جو اسے امجد سے زیادہ چاہتا ہے اور وہ خود بھی اسے......" آگے وہ کچھ نہ بول سکی اور نظریں جھکا کر اپنے لب کچلنے لگی، مہر النساء جواب تک ساکت و صامت بیٹھی تھیں سینے سے بوجھل سانس باہر نکال کر کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے لگی۔

"خیر اس نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اس کے ساتھ ہے لیکن میرا امجد تو اندر تک ٹوٹ گیا ہے، بہت سمجھایا میں نے اسے کہ وہ عروبی کو بھول جائے ایک خواب سمجھ کر لیکن وہ تو کچھ بھی نہیں سنتا، اسی کی یادوں کے زندان میں جلتا رہتا ہے، خدا اسے جلد اس زندان سے رہائی دے۔" بمشکل ضبط سے ان کی سرخ ہوتی آنکھیں یکدم بہہ نکلیں تو اس نے ان کے آنسو اپنے آنچل میں سمیٹ لئے۔

"پلیز پھپھو مت روئیں، مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے پھپھو، پلیز مت روئیں، آپ امید رکھیں پھپھو کے امجد زندگی کی طرف پھر سے لوٹ آئے گا، میں آتی رہوں گی پھپھو، عروبی کی وجہ سے میں کم از کم اپنی اتنی پیاری پھپھو سے ملنا نہیں چھوڑ سکتی، اچھا پھپھو اب میں چلتی ہوں، پھر آؤں گی۔" وہ اپنی شال اور ہینڈ بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی مہر النساء نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ایسے نہیں...... کچھ کھائے بغیر میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔" وہ ان کی محبت پر مسکرا دی۔

"نہیں پھپھو آج نہیں، اماں انتظار کر رہی ہوں گی، میں سکول سے سیدھی یہیں آئی ہوں، اپنا خیال رکھیے گا۔" وہ انہیں خدا حافظ کہتی وہاں سے نکل آئی تھی۔

گھر پہنچ کر اس نے سکول میں کسی وجہ سے دیر ہونے کا بہانہ بنا دیا تھا ورنہ شاید اماں کو پتہ چلتا کہ وہ مہر النساء کے ہاں گئی تھی تو شاید ان کا ردعمل شدید ہوتا ابا اس وقت گھر پر نہیں تھے واحد لیپ ٹاپ سامنے رکھے بیٹھا تھا اس نے اردگرد کسی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں اسے وہ نظر نہ آئی وہ سر جھٹکتی اپنے کمرے میں آ گئی۔

"تیرے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، رات بھی بازو میں ہلکا سا درد محسوس کر رہے تھے میں سوچ رہی تھی انہیں کسی اور اچھے ڈاکٹر کو دکھا لاؤں۔" کھانے سے فارغ ہو کر وہ اماں کے کمرے میں آئی تو وہ پریشان سی صورت لئے بیٹھی تھیں وہ پوچھے بغیر رہ نہ سکی اور پھر ان کی بات سن کر اس نے فکرمندی سے انہیں دیکھا تھا۔

''آپ کو کیا ضرورت ہے اماں کہیں بھی دھکے کھانے کی، میں خود لے جاؤں گی ابا کو، واحد کو بھی ساتھ لے جاؤں گی ہم دونوں ابا کا چیک اپ کروالائیں گے۔'' وہ ان کے ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتی ہوئی بولی تو اماں نے اسے سر تا پیر گہری نظروں سے دیکھا یہ ان کی وہی بیٹی تھی جو کبھی انتہائی گستاخ اور بدتمیز بیٹی ہوا کرتی تھی جس کا مزاج ہر وقت گرم رہا کرتا تھا انا غرور اور غصہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آج وہ بالکل اس ساویہ کے برعکس تھی آج وہ سب سے زیادہ کیئرنگ اور ذمہ دار نظر آتی تھی ان کی نظروں میں یکدم ہی عروبہ کی شبیہ گھوم گئی وہ بھی ایسی ہی تھی ان کی سب سے فرمانبردار، خوش گفتار اور سگھڑ بیٹی، ان کے دکھ پر مغموم ہو جانے والی اور آج حالات نے اسے صرف ایک کمرے تک محدود کر دیا تھا وہ ماں تھیں کبھی کبھی اس کی یہ ویرانی دیکھ کر ان کا جی چاہتا تھا کہ اسے بڑھ کے گلے سے لگا لیں، اس کے چہرے پر چھائی اداسی دور کر دیں لیکن وہ مجبور تھیں کہ جو کچھ اس نے کیا تھا وہ معاف کرنے کے لائق ہرگز نہ تھا کبھی کبھی وہ خود ان کے پاس آ بیٹھتی تھی کبھی ان کے پیر دباتی کبھی ان کے ہاتھوں کو اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لے کر کئی بار بوسہ دیتی اس وقت اس کی آنکھوں میں نمی کی دبیز تہہ ہوتی اور وہ ان کے ہاتھ چھوڑ کر ان اشکوں کو ان سے چھپاتی اپنے کمرے میں بھاگ جاتی ان کے درمیان کام کی بات کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ ہوتی اس وقت ان کے دل پہ بھاری ضرب پڑتی اور وہ تکلیف کی شدت سے کراہ اٹھتیں لیکن وہ جانتی تھیں وہ پہلے والی عروبہ کو کھو چکی ہیں دوسری طرف ابا کا رویہ بھی اس کے ساتھ پہلے والا نہیں رہا تھا انہوں نے تو اس سے مکمل طور پر ہی قطع تعلق کر لیا تھا ساویہ

کے لئے یہ بات تسکین کا باعث تھی کہ عروبہ بہت پیچھے رہ گئی تھی اب صرف وہ تھی جسے چا... تھا جس نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جو کبھی ... کو حاصل تھا اور یہ مقام حاصل کرنے میں ... بہت سے کٹھن راستوں سے گزرنا پڑ رہا تھا ... عادات جو اس سے منسلک لوگوں کے لئے تک... کا باعث تھیں انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی ... چھوڑنا پڑا تھا بہت سے مراحل اس نے ... لئے تھے لیکن ابھی آخری مرحلہ باقی تھا اور ... آخری مرحلے کا تعلق اس انسان سے تھا جس ... خواب میں اس کی آنکھیں کئی راتیں لہو روئی ... لیکن ابھی تک منزل قریب نہیں آئی تھی بس ... کی امید زندہ تھی جو اسے آگے بڑھنے کا ... دے رہی تھی۔

☆☆☆

وہ کافی دیر سے آئینے کے سامنے بیٹھی ... سنگھار میں لگی تھی آج ان کی شادی کا تیسرا ... اور وہ کہیں مدعو تھے میک اپ کا فائنل ٹچ دے ... وہ اپنی شاکنگ پنک کامدار جھلمل جھلمل ... ساڑھی کے پلو کو سنبھالتی اٹھی اور سامنے ... صوفے پر آ کر ٹک گئی اس کے خوبصورت چہرے پر بہت دلفریب مسکراہٹ تھی پنک سا... کا عکس اس کے چہرے پر پڑ رہا تھا جو اس ... حسن کو اور بھی دو آتشہ کیے دے رہا تھا غیر ... طور پر وہ اپنے ہاتھوں میں پڑی رنگین چوڑ... سے کھیلنے لگی اس کے کانوں میں پڑے جگ... جگ مگ کرتے آویزے بڑے بھلے لگ ... تھے ابھی وہ کسی کے خوش کن خیالوں میں ہی تھی جب دو بھاری مردانہ ہاتھوں کا لمس اپنے نازک شانوں پر محسوس ہوا اس کے لب... گئے آنکھیں پوری طرح جاگ اٹھیں چوڑیو... رقص رک گیا اور پیروں میں پڑی پائل ساک...

تھی، کسی نے شوخ جسارت کی تھی اس کے من میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں احساس خوش کن اڑان بھرنے لگا۔

''امجد!'' اس کے لبوں سے پھسلا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے امجد حدید نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کو کہا تھا اور اپنے کالر میں اٹکا پھول نکال کر اس کے سیاہ ریشمی بالوں کی آبشار کا حصہ بنا دیا تھا۔

''آج صرف میں کہوں گا عروبہ کریم اور تم سنو گی، میرے دل کی بے چینی محبت کی داستان۔'' امجد حدید نے اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کر دی تھی، اس کی گھنیری خم دار پلکیں جھکتی چلی گئی تھیں اور ان لمحوں میں امجد حدید نے اپنی محبت کا ورق ورق اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔

''عروبہ...... تم میرے جسم سے بچھڑی میری وہ بے چین روح ہو جو بھٹکتی بھٹکتی اپنے اصل مقام تک آ پہنچی ہے۔'' خمار آلود لہجے میں بولتا امجد حدید اس کے کانوں میں رسیلے جذبات انڈیل رہا تھا۔

''امجد!'' اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا یکدم اس نے آنکھیں کھول دیں ویران خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا وہ اب بھی اسی کے الوژن میں کوئی تھی اس کا چہرہ بھیگتا چلا گیا بیڈ سے اٹھ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی، کتنی زرد ویران اور کمزور لگ رہی تھی وہ، اس کا پرکشش صبیح چہرہ جو ساویہ کے حسن کے سامنے بھی خاصا جاذب نظر لگتا تھا مرجھانے لگا تھا آنکھیں ویران ہو گئی تھیں اور ان گم شدہ لمحوں کو پکارتے پکارتے زبان شل ہو چکی تھی تھکے تھکے سے وجود میں پہلے جیسی توانائی نہیں رہی تھی اس نے کرسی کی بیک کو مضبوطی سے تھام لیا گویا قدموں سے جان نکل رہی ہو۔

''تم نے مجھے یہ کیا روگ دے دیا امجد حدید کہ زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش بھی کروں تو اور تکلیف دیتے ہیں بھرنے میں ہی نہیں آتے، لیکن اصل دکھ یہ نہیں کہ تم نے مجھے بے اعتبار کر دیا اصل دکھ تو یہ ہے کہ میری اپنی بہن نے مجھے تمہاری محبت تمہاری ہمراہی سے محروم کر دیا۔'' اس کے لب لرزنے لگے اور آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

''پتہ نہیں کون سے جنم کا بدلہ لیا اس نے مجھ سے جس کے ساتھ میں نے کبھی ذرہ برابر بھی برائی نہیں کی، لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ تو کبھی میری تھی ہی نہیں یا شاید تب سے جب سے تم نے اسے چھوڑ کر مجھے اپنایا۔'' اس کے ہاتھوں میں رعشہ اترنے لگا وہ تیزی سے چھتی بیڈ کی پائنتی میں آ بیٹھی کمرے میں نیم تاریکی تھی اور اس تاریکی میں اس کے چہرے پر واضح کرب کے سائے پھیلے تھے۔

''اگر مجھے معلوم ہوتا ساویہ آپی کہ آپ نے میری یہ خطا معاف نہیں کی جو میری خطا تھی ہی نہیں تو میں کبھی امجد حدید سے شادی کے لئے ہاں نہ کرتی میں اپنی محبت چھوڑ دیتی صرف آپ کی خوشی کے لئے، لیکن شاید آپ کا دل اتنا بڑا نہیں تھا کہ آپ مجھے بخوشی میری محبت پانے دیتیں۔'' وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی تھی یکدم باہر صحن میں بھی بارش موٹے قطروں کی صورت میں برس پڑی تھی اور پھر ساری رات برسی تھی اور وہ ساری رات آسمان اور عروبہ کریم مل کر روئے تھے۔

☆☆☆

اسے یہاں آئے ہوئے پورے دو ماہ ہو چکے تھے ہر چوتھے پانچویں دن وہ سکول سے

واپسی پر یہاں کا چکر لگاتی تھی اس وقت بھی وہ یہیں موجود تھی امجد حدید اور وہ دونوں لاؤنج میں ہی ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے مہر النساء، کچن میں کھڑی دوپہر کا کھانا بنانے میں مگن تھیں وہ دونوں ہی ماضی کی بھول بھلیوں میں کھوئے تھے امجد حدید کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی اور کرب پھیلا تھا۔

"تمہارے مسائل کا ایک ہی حل ہے امجد کہ تم نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرو اور گزشتہ لمحوں کو بھول جاؤ۔" ساویہ جو گہری نظروں سے اس کے نقش نقش کو کھوج رہی تھی سنبھل سنبھل کر بولی تو امجد حدید نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ سب اتنا آسان تو نہیں ہوتا ساویہ گزشتہ لمحوں کا سایہ ہماری موجودہ زندگی پر کم و بیش پڑتا تو ہے نا۔" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا تھا ساویہ کو اس کی آنکھوں میں مردنی کا عکس نظر آنے لگا تو اس کا دل جیسے بند ہونے لگا۔

کئی روز سے جو بات وہ مہر النساء سے کہنا چاہ رہی تھی اس کے لئے اس کی زبان نہیں اٹھتی تھی اسے کسی مناسب موقع کی تلاش تھی اور پھر ایک روز اسے یہ مناسب موقع مل ہی گیا جب وہ ان کے بیڈ روم میں ان کے برابر ہی بیڈ پر بیٹھی تھی کہ مہر النساء نے اس کے دل کی بات کہہ دی۔

"اتنے روز سے سوچ رہی ہوں کہ امجد سے کیسے بات کروں ہر بار کوشش کرتی ہوں پھر لب سی لیتی ہوں کہ شاید وہ میری بات نہ مانے۔" ان کی آنکھیں دور کہیں خلا میں بھٹک رہی تھیں اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کیا بات پھپھو؟" اس نے نگاہیں سوالیہ انداز میں ان کے چہرے پر جما دیں تو وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگیں۔

"تم اسے قائل کرو ساویہ کہ وہ کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لے شاید اس طرح وہ زندگی کی طرف واپس آ جائے۔" انہوں نے بہت پر امید اور دکھی لہجے میں کہا تھا وہ اضطرابی انداز میں اپنی انگلیاں مروڑنے لگی۔

"لیکن پھپھو صرف اتنا ضروری نہیں ہے بلکہ اسے کسی ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو اسے سب سے زیادہ سمجھتی ہو جو اس کے بہت قریب ہو جو اس کے ماضی سے واقف ہو، تاکہ اسے سمجھنے میں آسانی ہو، کوئی عام لڑکی جو اس کے حالات سے ناواقف ہو اسے کبھی زندگی کی طرف واپس نہیں لا سکے گی۔" اس نے بڑی چالاکی سے شطرنج کا مہرہ بٹھانے کی کوشش کی تھی وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"مگر ایسی لڑکی میں اس کے لئے کہاں سے لاؤں گی؟"

"مل جائے گی پھپھو، آپ فکر نہ کریں۔" وہ انہیں تسلی دینے والے انداز میں بولی تھی اور پھر کسی خوش کن سپنے پر سوچنے لگی تھی منزل اسے بہت قریب نظر آنے لگی تھی۔

☆☆☆

آج چاندنی رات تھی دور دور تک ماحول پر اس چاندنی نے اپنا بسیرا کیا ہوا تھا وہ چھت پر ٹہلتی آج پھر ماضی کے خیالات میں گم تھی آج پھر وہ کسی گزشتہ لمحے کی تلخی کے زیر اثر قنوطی ہو رہی تھی احساسات و جذبات پر یاسیت چھائی تھی اس کی سوچ بار بار بوسیدہ لمحوں سے بھٹکتی اپا کے حالیہ رویے کی طرف جا رہی تھی جن کا رویہ کچھ روز سے بدلنے لگا تھا شاید جو محبت گزشتہ لمحوں میں انہیں اس سے رہی تھی وہ پھر سے جاگنے لگی تھی یا پھر شاید وہ اپنی دن بدن بڑھتی ہوئی، بیماری کے ہاتھوں تنگ آ کر نرم پڑ گئے تھے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتے تھے کچھ بہت خاص، ان کی آنکھوں میں

دیکھتے ہی اسے اس بات کا احساس ہونے لگتا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی تڑپ اٹھتے ہیں کئی بار انہوں نے اسے کسی نہ کسی کام سے بلایا بھی تھا مگر ان کے لب بولنے کی کوشش میں محض پھڑپھڑا کر ہی رہ جاتے تھے اسے لگتا تھا جیسے قدرت اس کی سزا ختم کرنے جا رہی تھی اس کے اپنوں کا دل اس کی طرف موڑ کر اب تو اماں بھی اسے اپنے پاس بٹھا کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتی تھیں اس نے کئی بار کوشش کی تھی کہ وہ اصل حقائق کو کھول سکے لیکن وہ جانتی تھی کہ ساویہ نے بہت سوچ سمجھ کر اس پر اپنی سازش کا جال پھینکا تھا جس سے نکلنے کی کوشش میں وہ مزید الجھ گئی تھی وہ اتنی بہادر بھی نہیں تھی کہ اپنے حق کے لئے لڑ سکے سو اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔

اس نے زندگی میں اور بھی بہت کچھ کھویا تھا لیکن سب سے قیمتی چیز جو اسے پوری دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی وہ امجد حدید کی محبت تھی جس سے ساویہ نے اسے محروم کر دیا تھا وہ اس کے حق میں اچھی تو کبھی سے بھی نہیں رہی تھی لیکن کوئی بہن اس حد تک بھی گر سکتی ہے یہ تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا امجد حدید کی محبت آج بھی اس کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی تھی آج بھی اس کی یادیں اس کے ذہن میں پہلے کی طرح تر و تازہ تھیں آج بھی مصروف بھاگتے دوڑتے دنوں اور سوتی جاگتی راتوں میں وہ اس کے لئے تڑپ اٹھتی تھی جو کام اس نے کیا ہی نہیں تھا، وہ اس کا جرم ٹھہرا دیا گیا تھا تکلیف کی شدت اسے اس وقت زیادہ محسوس ہوتی تھی جب ساویہ اس کی آنکھوں میں احساس شکستگی دیکھ کر فتح مندی سے مسکرانے لگتی تھی اس نے کئی بار اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے شہروز سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ شاید اس کا نمبر دیکھتے ہی موبائل آف کر دیتا تھا کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ شہروز بھی اس کے خلاف اس سازش میں برابر کا شریک ہے تبھی تو وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا اور پھر تھک ہار کر اس نے خود بھی اس سے دوبارہ رابطہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا بلکہ اس نے تو اپنے دل و دماغ تک سے اسے جھٹک دیا تھا اس کے ذہن و دل پہ صرف وہ نقش تھا جو کبھی اس کی زندگی میں شامل رہا تھا اور جس کی یادوں کے سہارے ہی اس نے اپنی بقیہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

☆☆☆

"زندگی نہ تو تلخ یادوں کے سہارے گزاری جا سکتی ہے امجد اور نہ ہی شیریں یادوں کے سہارے، زندگی کو گزارنے کے لئے نئے رشتے نئے تعلق نئے حالات پیدا کرنے پڑتے ہیں تم یقین کرو امجد تمہاری زندگی میں ایک نیا ساتھی آنے سے تمہاری گزشتہ تلخیوں کا بھرپور ازالہ ہو جائے گا پھر تم صرف اس کے بارے میں سوچو گے صرف اس کی بات کرو گے صرف اسے چاہو گے۔" وہ بغیر رکے بولتی جا رہی تھی امجد حدید جو اپنے کمرے کی بالکونی سے باہر دریچے میں جھانک رہا تھا یکدم اس کی طرف مڑا اور اس کی طرف عجیب نظروں سے دیکھنے لگا وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی اور پر امید نظروں سے اسے دیکھنے لگی جس کی لو دیتی آنکھوں نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا اس کی خوش کن امیدوں پر پھوار پڑنے لگی تھی۔

"وہ لڑکی تم بھی تو ہو سکتی ہو۔" یکدم بادل باہر زور سے گرجا تھا اور یکدم ہی آسمان نے پھوٹ کر پانی کو جیسے رستہ دے دیا تھا وہ اس کے اس جملے پر حیرت اور خوشی سے اپنی جگہ پر منجمد ہو کر رہ گئی نہ جانے وہ اس سکتے کی کیفیت میں کب تک بیٹھی رہتی جب وہ اس کے سامنے ہی صوفے پر آ

کر تنگ گیا تھا اور سرخ دہکتی آنکھیں اس پر جمادی تھیں۔

''تم سمیٹ سکو گی میرے دکھ، تم دے سکو گی میری وحشتوں کو قرار؟'' وہ بڑی آس سے اس سے پوچھ رہا تھا وہ میکانکی انداز میں بیڈ سے اٹھی تھی اور اس کے قدموں میں آکر بیٹھ گئی۔

''ہاں امجد حدید! میں سمیٹ لوں گی تمہارے سارے دکھ، تمہاری روح سے زنگ اتار کر پہلے کی طرح صاف شفاف کر دوں گی، تمہاری تنہائیوں میں محفلیں جگا کر تمہیں وحشتوں اور سناٹوں سے نجات دلا دوں گی۔'' وہ نہ جانے کیا کیا بولتی رہی امجد حدید کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھتا رہا اور پھر نہ جانے کیا ہوا ساویہ اس کے گھٹنوں پر رکھے ہاتھوں پر اپنا سر گرا کر زار و قطار رونے لگی تھی امجد حدید کو لگا تھا جیسے اس کے وجود پر بہت دنوں سے جمی برف پگھلتی جا رہی ہے اس کی اداس شاموں میں کوئی رنگ سجانے آ گیا ہے۔

میرے وجود میں بجتا ہے وہ خوشبو کی طرح
میں جو بکھروں تو میرے ساتھ بکھر جاتا ہے

وہ دونوں ایک دوسرے میں گم خاموش لبوں سے اپنا اپنا دکھ کہہ رہے تھے۔

زرد شاموں کی اداسی میں شفق گھول کے وہ
میرے وجود کے سب دکھ چراتا جاتا ہے

☆☆☆

صبح سویرے ابا دکان پر جانے کے لئے نکل رہے تھے کہ وہیں بیرونی دروازے میں ہی انہیں نہ جانے اچانک کیا ہوا تھا کہ وہ دل پکڑ کر بیٹھتے چلے گئے تھے اماں نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے جو انہیں ایسی حالت میں دیکھا تو دوڑ کر ان کی طرف آئیں ساتھ ساتھ ان کی چیخ و پکار بھی جاری تھی ساویہ اسکول جانے کی تیاری میں مشغول تھی واحد اپنے کمرے میں لیٹا ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا جبکہ وہ حسب معمول کچن میں کھڑی ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی ایک ہی پل میں سب ان کی طرف دوڑے چلے آئے تھے اور انہیں سنبھال کر جیسے تیسے ان کے کمرے میں لے آئے تھے اماں نے واحد کو ٹیکسی لانے کو دوڑایا تھا وہ مسہری پر لیٹے تکلیف سے بے حال ہو رہے تھے اچانک انہوں نے اپنے سر کو بائیں جانب حرکت دے کر اس کی طرف دیکھا تھا وہ ان کی پائنتی میں بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی انہوں نے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا تھا وہ ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگی تمام نفوس کو سانپ سونگھ گیا تھا وہ جھجکتی ہوئی کسی روبوٹ کی مانند ان کے سرہانے آ کھڑی ہوئی انہوں نے اشارے سے کچھ کہا تو سب نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا ان کی نظریں مسلسل اس پر جمی تھیں ایک ہاتھ ان کا ہنوز سینے پر تھا ہونٹ بھینچے وہ اپنی تکلیف سہنے کی کوشش کر رہے تھے کہ یکدم انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی اور پھر اسے گلے سے لگا کے رو پڑے سب ششدر و ساکت انہیں دیکھ رہے تھے ساویہ کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا اس کی آنکھوں میں چنگاریاں سی بھرنے لگی تھیں یکدم ان کے وجود کو جھٹکا لگا تھا اور ان کا سر ایک طرف کو لڑھک گیا تھا وہ سب ایک ساتھ چیخے تھے اماں اپنے سینے پر دو ہتڑ مار کر ماتم کرنے لگی تھیں، اسی لمحے واحد اندر آیا تھا۔

''اماں ٹیکسی آ گئی۔'' وہ کہتے ہوئے آگے بڑھنے لگا پھر ابا کا سفید پڑتا چہرہ ان کی بند آنکھیں اور ان کے گرد بیٹھے نفوس کو دیکھ کر سب کچھ سمجھ گیا۔

''اب کیا فائدہ ٹیکسی کا، وہ تو چلا گیا ہمیشہ کے لئے مجھے چھوڑ کر۔'' واحد کے قدموں کو زمین

نے جکڑ لیا تھا وہ چند لمحے تو ہل نہیں سکا پھر دوڑ کر مسہری کی طرف آیا اور خالی خالی نظروں سے ان کی کھلی آنکھوں میں دیکھنے لگا جو مرنے کے بعد نہ جانے خلا میں کیا ڈھونڈ رہی تھیں ان کا سرد ہاتھ اٹھا کر اس نے اپنے سینے سے لگا لیا اور خود ان کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگا تھا اسے لگا تھا جیسے ایک دم ہی اس کے کندھوں پر کوئی بہت بڑا بوجھ آ پڑا ہو ان کے حصے کی ذمہ داریاں اب اس پر آ پڑی تھیں عروبٰی جو اماں کو شانوں سے تھامے انہیں چپ کروا تی خود بھی ہلکان ہوئی جا رہی تھی اسے لگا تھا جیسے اب تک کے سفر میں اس کے حصے میں جو دھوپ لکھ دی گئی تھی اس میں مزید شدت آ گئی ہو اسے لگا تھا جیسے امجد حدید کو کھونے کے بعد اس نے زندگی میں ایک بار پھر اپنی قیمتی متاع کھو دی ہو جبکہ ایک طرف وہ حیرت میں بھی مبتلا تھی کہ ابا نے آخری وقت میں اسے اپنی محبت و شفقت کی چھاؤں کیوں عطا کی ایک انہیں اس کی بے گناہی کا یقین آ گیا تھا یا پھر ایسے ہی پدرانہ محبت جاگ اٹھی تھی لیکن یہ خواہش اس کی تشنہ ہی رہ گئی تھی۔

مہر النساء نے جیسے ہی بھائی کی موت کا سنا تڑپ اٹھیں اور تمام رنجشیں تمام باتیں بھلا کر ان کی میت پر چلی آئیں امجد حدید بھی ان کے ساتھ ہی تھا بچپن سے لے کر آج تک وہ شجاعت کریم کو اپنے باپ جیسے مقام دیتا آیا تھا ان کی موت پر اسے دلی صدمہ ہوا تھا ان کی میت اٹھنے کے بعد وہ مہر النساء کو لینے اندر آیا تھا، جو اماں کو گلے سے لگائے دلاسے دے رہی تھیں ان کے دائیں طرف ساویہ بیٹھی تھی جو سر جھکائے بے آواز رو رہی تھی سامنے ہی عروبٰی دیوار سے ٹکی شال میں لپٹی کھڑی تھی آنسو آنکھوں سے پھسل پھسل کر اس کے صبیح رخساروں کو بھگو رہے تھے اس کے

عنابی لب ہولے ہولے لرز رہے تھے یکدم اسے خود پر کسی کی گرم نگاہوں کا احساس ہوا تھا اس نے سر اٹھایا تو اسے سامنے ایستادہ پایا بنا پلکیں جھپکائے وہ اسے دیکھتی رہ گئی، اس کے ساتھ بتائے کتنے لمحے اس کی نگاہوں میں گھوم گئے کوئی خواب گئے لمحوں میں چھناکے سے ٹوٹا تھا وہ تکلیف پھر سے جاگ اٹھی وہ ساکت بے تاثر آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اپنے قدموں کے مزید کھڑی نہ رہ سکی اور تیزی سے چلتی وہاں سے غائب ہو گئی امجد حدید نے چونک کر سامنے دیکھا مہر النساء اٹھ کر اس کے قریب آ رہی تھیں ساویہ کی نظر بھی یکدم اس پر پڑی تھی اماں نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا لیکن کوئی خاص تاثر دیے بغیر نظریں جھکا لی تھیں وہ ماں کو ساتھ لئے وہاں سے نکل آیا تھا۔

☆☆☆

واحد نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا اور ابا کی دکان سنبھال لی تھی کہ وہ کاروباری دنیا میں اناڑی تھا کاروبار کے اصول و ضوابط سے لاعلم تھا لیکن پھر بھی اسے ہر حال میں اسے سنبھالنا ہی تھا ساویہ نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی کہ وہ اپنی تعلیم بھی ساتھ ساتھ جاری رکھے لیکن اب تعلیم میں اس کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی کیونکہ وہ کاروباری دنیا میں مکمل طور پر اتر چکا تھا۔

آج کل اماں کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی کبھی ان پر شدید مایوسی اور ڈپریشن کے دورے پڑتے تھے عروبٰی انہیں سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو جاتی جبکہ ساویہ کو اب ان کی ذات سے کوئی خاص دلچسپی نہ رہی تھی ابا کے اس دنیا سے جانے کے بعد وہ خاصی خود مختار اور آزاد ہو گئی تھی رفتہ رفتہ وہ اپنی پرانی جون میں واپس آ رہی تھی وہی ضدی،

اکھڑ او بدتمیزسی ساویہ پھر سے زندہ ہوگئی تھی اماں سے تو وہ ویسے ہی روکھے لہجے میں مخاطب ہونے لگی تھی دوسری طرف عروبی سے بھی بات بات پر الجھنے لگتی تھی وہ لڑائی جھگڑوں سے دور بھاگتی تھی سو چپ سادھ لیتی واحد پر بھی چھوٹا ہونے کے سبب خوب رعب جماتی مگر وہ بھی کسی سے کم نہیں تھا دو بدو جواب دیتا سو جھگڑا بڑھ جاتا اماں جب کچھ نہ کرسکتیں تو دوپٹے میں منہ چھپا کے رونے لگتیں عروبی انہیں خاموش کروانے کی کوشش میں خود بھی رونے لگتی۔

''اب کیا اماں سے چپک کے خود کو مظلوم ثابت کرنا چاہتی ہو؟ گھر بسانا تو آیا نہیں اجاڑ کے یہیں آ پڑیں باپ کی جان لینے کے لئے، ان کی پاکیزہ اور بے داغ زندگی پر داغ لگا دیا، جب عشق لڑایا تھا تو چلی کیوں نہیں گئیں اپنے اس محبوب کے پاس۔'' اس کے لفظ تھے یا زہریلے ناگ جو عروبی کو ڈس ڈس کر زخمی کررہے تھے، وہ تکلیف کی شدت سے چیخ اٹھی۔

''بس کریں آپی! اپنے جرم کو میرا جرم بنانے کے لئے اور کتنا گند اچھالیں گی مجھ پہ؟ آپ اپنی خودی کے زعم میں اس حد تک گر چکی ہیں کہ گھر کے کھونے کی پہچان بھول گئی ہیں صرف خود کو معتبر اور طاقت کا سرچشمہ سمجھنے لگی ہیں لیکن یہ مت بھولیں کہ وقت کسی کا نہیں بنتا وقت اپنا حساب لے کر رہتا ہے سزا و جزا کا فیصلہ اس دنیا میں ہی کر دیا جاتا ہے اگر میں کسی ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہی ہوں تو تم اپنے کردہ گناہوں کی سزا بھگتو گی، اگر تم نے اپنے سکون کے لئے مجھے بے سکون کیا ہے تو تم سکون حاصل کر کے بھی بے سکون رہو گی، میں نے اپنا فیصلہ وقت پر چھوڑ دیا ہے اور جو احتساب وقت کرسکتا ہے وہ کوئی نہیں کرسکتا۔'' وہ آنسوؤں کی روانی اور بوجھل ہوتے لہجے کے ساتھ بولی، تیزی سے قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی ساویہ کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''اونہہ بڑی آئی مظلوم کہیں کی۔'' اس نے بیزاری سے سر جھٹکا تھا اور اپنے غصے کو دبائی نئی پلاننگ کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

☆☆☆

امجد حدید اور ساویہ کے تعلقات اس نہج پر آ چکے تھے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے امجد حدید جس نے عروبی کو ایک عرصے تک چاہا تھا حتیٰ کہ اسے کھونے کے بعد خود کو اس کی یاد سے جدا نہیں کر پایا تھا ساویہ اس کے قریب آئی تو اسے لگا جیسے وہ رفتہ رفتہ عروبی کو بھولنے لگا ہے یا شاید اس لئے وہ ساویہ کو اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہوا کہ وہ عروبی کے خیالات سے اس کی یادوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا جو اس سے بے وفائی کر کے بھی آج تک اس کے دل کی مسند پر اسی طمطراق کے ساتھ موجود تھی ساویہ کو عروبی جیسا مقام دے کر وہ اپنے بے قرار لمحات کو تقویت دینا چاہتا تھا اور اسی مقصد کے تحت جب اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار مہر النساء کے سامنے کیا وہ سنتے ہی اچھل پڑیں ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ امجد حدید ایسی انہونی کے بارے میں بھی سوچ سکتا ہے وہ اس کی اس خواہش کو پورا کرنے پر ہرگز رضامند نہیں تھیں لیکن امجد حدید جس طرح بھی عروبی کے لئے ڈٹ گیا تھا اس طرح آج ساویہ کے لئے کھڑا ہوگیا تھا اس کی ضد تھی تو صرف ساویہ۔

''اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں اپنی زندگی کو نارمل لوگوں کی طرح گزاروں اور اپنے تنہا روز و شب کو آباد کرلوں تو آپ ساویہ کو میرے لئے لے

لائیں ورنہ میں ساری عمر انہی تنہائیوں اور وحشتوں میں بھٹکتا رہوں گا اور پھر بھی کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا سوچوں گا بھی نہیں۔'' امجد حدید نے اٹل لہجے میں کہا تھا مہر النساء دم سادھے اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

''لیکن بیٹا ایسا کیسے ہوسکتا ہے جس لڑکی کو تم نے چھوڑا ہے اسی کی بہن سے......؟'' وہ اپنے حواس مجتمع کرتی بولی تھیں۔

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں شریعت یا قانون کے منافی کام نہیں کر رہا اور پھر اس میں میری خوشی بھی ہے کیا آپ کو میری خوشی عزیز نہیں ہے؟'' وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا وہ جو صوفے پر ٹانگیں نیچے کیے بیٹھی تھیں یکدم تڑپ کر اسے دیکھا۔

''تو میری محبت کو آزما رہا ہے امجد کیونکہ تو جانتا ہے کہ تیری خوشی میری کمزوری ہے میں تیری خوشی کے لئے سب کچھ کرسکتی ہوں یہی بات ہے نا؟'' وہ خفا خفا سے لہجے میں بولی تھیں۔

''اولاد کی خوشی ہر ماں باپ کو عزیز ہوتی ہے امی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں نہ جانے کہاں سے اتنی خود غرضی سمٹ آئی تھی وہ حیرت اور دکھ سے اسے دیکھتے رہ گئیں ان کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے اور ان کے آنچل میں جذب ہوگئے۔

☆☆☆

خزاں نے پورے ماحول پر اپنا تسلط جمایا ہوا تھا صحن کے پیڑ کے پتے زرد ہو کر گر رہے اور قدموں تلے کچلے جاتے ہر طرف گرد کی دبیز چادر تھی وہ ان زرد پتوں کے درمیان بید کی کرسی ڈالے بیٹھی بالکل اسی خزاں کا حصہ لگ رہی تھی سفید کاٹن کے سوٹ میں سر پر سفید ہی دوپٹہ اوڑھے وہ بہت پاکیزہ اور معصوم دکھائی دے رہی تھی اس کے ملیح چہرے پر اداسی گہری شام کی مانند پھیلی تھی ساکت و سامت بیٹھی وہ درختوں کی خالی شاخوں کو بے تاثر چہرے کے ساتھ دیکھے جا رہی تھی۔

''ساویہ! امجد کی خواہش ہے۔'' ایک بم تھا جو اس کی سماعتوں پر پھوٹا تھا اس کا چہرہ بجھتا چلا گیا۔

''میں اپنے بیٹے کی خواہش کے سامنے ہار گئی ہوں۔'' اسے لگا تھا اس کے وجود پر اس کے حساسات پر ہیروشیما کا بم پھٹا تھا جو اپنے پیچھے صرف تباہی و بربادی چھوڑ گیا تھا۔

''امجد کا کہنا ہے کہ ساویہ کی بھی یہی خواہش ہے۔'' پرانے زخموں کا منہ کھل گیا تھا۔

''میں جانتی ہوں یہ سب صحیح نہیں ہے لیکن میں اپنے بیٹے سے نہیں لڑ سکتی۔'' کسی نے اس کے زخموں پر نمک پاشی شروع کردی تھی اس کے لبوں سے سسکی ابل پڑی۔

''عروبی نے میرے بیٹے کے ساتھ بے وفائی کی اس کے جذبوں کے ساتھ مذاق کیا لیکن ہوسکتا ہے ساویہ میرے بیٹے کے لئے خوشی لے آئے۔'' اس کے دل میں کسی نے نیزہ گھونپ دیا تھا وہ یکدم کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پیڑ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ ساویہ میرے بیٹے کے لئے اچھی بیوی ثابت ہوگی۔'' زخم پر پھر سے نیا زخم لگا تھا خود کو گرنے سے بچانے کے لئے اس نے تنا تھام لیا۔

دو روز پہلے ہی تو مہر النساء نے اس دہلیز پر قدم رکھا تھا اس لئے نہیں کہ ان کے دل میں پھر سے بھائی کی بیوہ اور بچوں کے لئے محبت امڈ آئی تھی بلکہ وہ تو اپنے بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر یہاں آئی تھیں اور ساویہ کے لئے اپنا دامن

پھیلا دیا تھا اماں تو بھونچکا ہی رہ گئی تھیں ان کے چہرے پر فکر مندی اور کرب نمایاں تھا۔

''جس گھر سے میری ایک بیٹی اجڑ کے آئی ہے وہاں پھر سے دوسری دے دوں وہ بھی اسی لڑکے کو جس سے میری پہلی بیٹی کو طلاق ہوئی ہو؟'' اماں کی پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔

''معاف کرنا بھابھی! قصور بھی سارا عروبی کا ہی تھا کوئی بھی غیرت مند مرد ایسی عورت کو برداشت نہیں کر سکتا۔'' مہر النساء کی آواز ہتھوڑا بن کے اس کے اعصاب پر برسی تھی جو اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی ان کی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔

''اگر میری بیٹی میں عیب تھا تو پھر اسی عیب دار لڑکی کی بہن کو کیوں لینا چاہتی ہو تم؟'' اماں تڑپ کر بولی تھیں کہ خواہ جیسی بھی تھی وہ ان کی اولاد تھی وہ اس کی برائی کو بھی برائی کہہ کر سننے کو تیار نہ تھیں۔

''کیونکہ آپ کی بیٹی ساویہ بھی میرے امجد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، جب وہی اس معاملے کو حساس نہیں لے رہی، جب وہی اپنی بہن کی پرواہ نہیں کر رہی تو آپ بھی بے فکر ہو کر اسے میرے امجد سے بیاہ دیں، گو کہ میں اسے اپنی بہو کے طور پر قبول تو نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اپنے بیٹے کے سامنے ہار گئی ہوں کہ جوان اولاد بپھرے ہوئے سمندر کی مانند ہوتی ہے جس پر بند نہیں باندھا جا سکتا۔'' ان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ آنچل سے زور زور سے اپنی آنکھیں رگڑنے لگی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد اماں نے ساویہ کو اپنے پاس بلایا تھا جو اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے بارے میں ہونے والی گفتگو کو بڑے غور سے سن رہی تھی جب وہ ان کے سامنے آئی تو اس کے چہرے پر کسی قسم کی شرمندگی کے آثار تھے اور نہ ہی انداز میں کوئی گھبراہٹ، اماں نے اوپر سے نیچے تک اسے گہری نظروں سے جانچا تھا۔

''کیا واقعی یہ سب سچ ہے؟'' انہوں نے قدرے سخت لہجے میں پوچھا تھا وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔

''جی اماں! میں صرف امجد سے شادی کروں گی وہ نہیں تو کوئی نہیں، میں یہیں اسی دہلیز پہ پڑی بوڑھی ہو جاؤں گی۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا اور پیر پٹختی ہوئی وہاں سے اٹھ کر چلی آئی تھی اماں اس کی ہٹ دھرمی اور بے باکی کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھیں اور وہ جو کسی پتھر کی مانند ساکت کھڑی تھی اپنے بے قابو ہوتے دل کے ساتھ نیچے گرتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

اماں نے بہت سادگی کے ساتھ ساویہ کو امجد حدید کے نکاح میں دے دیا تھا ساویہ کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی وہ اس وقت اپنے نیم تاریک کمرے میں بچھے قالین پر سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی اس کا سفید جارجٹ کا دوپٹہ بے ترتیبی سے شانے پر سے نیچے ڈھلکا تھا بکھرے بالوں کی لٹیں چہرے پر پڑی تھیں اس کے آنسو بے آواز گر رہے تھے۔

''کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی بہن اپنی دوسری بہن کے غموں کی قبر پر اپنی خوشیوں کا محل تعمیر کر لے؟'' وہ مسلسل اسی ایک نکتے پر سوچے جا رہی تھی کہ یکدم باہر سے آتی آوازیں مدھم پڑ گئی تھیں شاید وہ جا چکی تھی امجد حدید کی چھاؤں تلے رخصت ہو کر، اس نے آنسوؤں سے بھرا چہرہ اوپر اٹھایا تھا اور پھر برق رفتار سے ننگے پیر بھاگتی ہوئی باہر آئی تھی بیرونی دروازے سے اندر آتے واحد کی اس پر نظر پڑی تھی اس نے چند لمحے رک کر

اس کے ستے ہوئے بھیگے چہرے کو دیکھا تھا پھر نظریں چرا تا آگے بڑھ گیا تھا وہ کچھ دیر یونہی کمرے کی چوکھٹ پر کھڑی رہی پھر دھیرے دھیرے چلتی اماں کے کمرے کی طرف آئی تھی یکدم سسکیوں کی آواز سن کر اس نے بے چین ہو کر اندر جھانکا تھا وہ نیچے فرش پر بیٹھی دوپٹے میں منہ دیے رو رہی تھیں آنسو اس کے گالوں پہ پھر سے لڑھک آئے اسے یک گونہ سکون سا ہوا کہ کوئی ہے جو اس کے لئے رو رہا ہے جو اسے چاہتا ہے جو اس کے دکھ میں شامل ہے اس کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان کے پاس جا کر انہیں تسلی دے سکے شاید اس طرح کرنے کی کوشش میں وہ بھی مزید بکھر جاتی سو الٹے قدموں چلتی واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

سردیوں کے اوائل کے دن تھے وہ شال اوڑھے اوپر ٹیرس پر کھڑی تھی اس کے لبوں کو مسکراہٹ چھو رہی تھی پشت پر پھیلے لانبے سیاہ بال گھٹاؤں کی مانند پھیلے ہوئے تھے اس کی دودھیا گلابی رنگت میں سرشاری گھلی تھی امجد حدید کی قربت نے ان دس دنوں میں اس کی پور پور میں وہ نشے بھر دیا تھا جو بجائے کم ہونے کے مزید بڑھ رہا تھا اس کی ہمراہی سے زیادہ خوشی اسے اس بات کی تھی کہ اس نے عروبی کو شکست دے دی تھی وہ بھی اس میدان میں جس میں پہلے شکست سے دوچار ہو چکی تھی یہ سوچ سوچ کر ہی اس کے وجود میں مستی پھوٹنے لگتی تھی کہ وہ اسے امجد حدید کی سنگت میں دیکھ کر سلگتے انگاروں پہ چلتی ہوگی محبت کا وہ جام جو امجد حدید کے ہاتھوں اس نے پیا تھا وہ اس کے ہاتھوں سے چھین کر خود لبوں سے لگا چکی تھی ان دس دنوں میں امجد حدید اپنے سحر انگیز گہرے پرتاثیر لفظ جب وہ اس کی سماعتوں میں انڈیلتا تو اسے لگتا جیسے زمین و آسمان تھم گیا ہو اور یہ جہاں ساکت ہو گیا ہو وہ مبہوت سی اس کی روشن آنکھوں میں جھانکتی رہ جاتی اور پھر امجد حدید اسے اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹ لیتا اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں اسے لگتا جیسے گرم دھوپ کا سفر ختم ہو گیا اور مرجھائی کونپلیں پھر سے پھوٹ پڑی ہوں۔

موسم نے مزید سرد ہوا ماحول پر پھینکی تو وہ لرزتی ہوئی شال کو اچھی طرح سے اپنے وجود کے گرد لپیٹتی نیچے چلی آئی لاؤنج سے گزرتے ہوئے اس کی نظر مہر النساء پر پڑی جو سامنے ہی اپنے کمرے میں بیڈ پر دراز تھیں آہٹ سن کر اس کی طرف دیکھا تو نگاہوں میں سرد مہری اتر آئی اور وہ یکدم اٹھ بیٹھیں۔

''تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ ہر وقت ٹیرس پر مت کھڑی رہا کرو، سامنے والوں کے گھر میں صرف مرد رہائش پذیر ہیں، آتے جاتے نظر پڑتی ہوگی مگر شاید تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آتی؟'' تیوری پر بل ڈالے سخت لہجے میں بولی تھیں وہ ٹھٹک کر رک گئی یہ کوئی آج نئی بات نہیں تھی جس روز سے وہ اس گھر میں آئی تھی ان کا سلوک اس کے ساتھ ایسا ہی اجنبیت اور تلخی سے بھرپور تھا وہ جو کبھی اس سے بے پناہ محبت و شفقت کا برتاؤ کیا کرتی تھیں اب بدلی تھیں تو صرف اس لئے کہ ان کے خیال میں اس نے امجد حدید کو بڑی چالاکی سے اپنے شکنجے میں پھنسایا تھا انہوں نے صرف اپنی تنہائی غمزدگی اور یاسیت دور کرنے کے لئے اپنے قریب آنے کی اجازت دی تھی لیکن وہ تو اس کی پوری ہستی پر ہی قبضہ کر بیٹھی تھی اور وہ اس کا یہی جرم معاف کرنے کو تیار نہ تھیں اب بھی وہ سخت نظروں سے اسے گھور رہی تھیں وہ چلتی چلتی ان کے قریب آ گئی

اور کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

"آپ مجھے قصور وار سمجھتی ہیں پھپھو...... مجھے؟ جس نے اسجد کو نئی زندگی دی، اپنی زندگی اسے دان کر دی صرف آپ کے اسجد کو نئی زندگی کی طرف لانے کے لئے مجھے تو ایک اچھی اور پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے اسجد کے علاوہ کوئی اور بھی بہتر شخص مل سکتا تھا لیکن میں نے صرف اسجد کی خاطر قربانی دی۔" اس نے کچھ پل رک کر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔

"اسجد کو میں بچپن سے جانتی ہوں جتنا میں اسے سمجھتی ہوں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے احساسات اور جذبات کے لحہ لحہ بدلتے رنگ صرف میں پرکھ سکتی ہوں، وہ اتنا ٹوٹا بکھرا شکستہ حال تھا پھپھو کہ میرے علاوہ کوئی دوسری لڑکی اسے جوڑ نہیں سکتی تھی، میں نے اس پتھر کے مجسمے میں جان ڈالی ہے پھپھو اور آپ پھر بھی مجھ سے متنفر ہیں، یقین کریں پھپھو اسجد کبھی بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن ہمیشہ سے ہی ہم اچھے دوست رہے ہیں جو محبت و انسیت مجھے عروبی سے رہی ہے وہی اسجد سے رہی ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی اور جذبہ یا احساس نہیں تھا، میں جیسی کل تھی ویسی ہی آج ہوں فرق صرف یہ ہے کہ آج میں اسجد کی زندگی میں آگئی ہوں اس نے مجھے اپنا نام دے دیا ہے۔" وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی سر جھکائے اپنی صفائی دے رہی تھی جو بالکل ساکت بیٹھی منجمد تاثرات کے ساتھ اس پر نظریں جمائے تھیں ان کے وجود میں حرکت ہوئی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے اور اسے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں بیٹا! میں تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی میں بھول گئی تھی کہ تیری ہی وجہ سے تو میرا بیٹا اندھیرے سے روشنی میں آیا ہے، خدا تجھے ہمیشہ میرے بیٹے کی سہاگن رکھے۔" انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور اسے گلے سے لگا کر دعائیں دینے لگیں اور وہ دل میں اپنی چالاکی اور کامیابی پر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کبھی اندر کبھی باہر چکرائی پھر رہی تھی لیکن کسی پل چین نہیں آ رہا تھا جو کچھ ساویہ نے اس کے ساتھ کیا تھا اس نے اس کا رہا سہا چین بھی چھین لیا تھا آنکھیں ہر وقت برسنے کو تیار رہتی تھیں اور لب تو جیسے مقفل ہو چکے تھے قدرت کے تمام وار اکیلے ہی سہے جا رہی تھی کوئی اس کا دکھ سننے والا نہ تھا اماں سے وہ خود ہی اپنے زخم چھپائے پھرتی تھی کہ وہ تو خود زخم خوردہ تھیں قدرت کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں پریشان تھیں رہا واحد تو وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اس سے سامنا بہت کم ہوتا تھا۔

"اماں؟" وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے معمول کی تسبیحات میں مگن تھیں جب وہ بغیر آہٹ پیدا کیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی انہوں نے چہرے سے دوپٹہ سرکا کر اسے دیکھا وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی پلکیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ان کے دل کو کچھ ہوا وہ تسبیح چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"کیا بات ہے پتر، یوں بت بنی کیوں بیٹھی ہے، مجھے بتا کیا دکھ ہے تجھے؟" انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں اس کے اندر ان کے اس محبت بھرے لمس سے سکون سا اترنے لگا وہ اور بھی شدت سے رو دی۔

"کیا آپ بے خبر ہیں اماں جو میرا دکھ نہیں جانتیں؟" اس نے اذیت سے سوچا تھا مگر لب وا نہیں کیے تھے۔

"جو دکھ اپنوں سے ملتا ہے نا پتر وہ زیادہ شدید ہوتا ہے وجود کو اندر سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے جلن ایسی ہوتی ہے کہ ساری عمر بجائے کم ہونے کے بڑھتی رہتی ہے، میں تو خود حیران ہوں میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی کہ ساویہ نے اپنی ہی بہن کی خوشیاں نگل لیں، اپنے ہی رشتوں کو کھا گئی، اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ایسی ناہنجار اولاد کو دیکھ کر اور بھی زیادہ صدمے سہتا اے، بس پتر صبر کر، صبر میں نجات ہے انسان کی کامیابی ہے۔" وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"یہ سب کتابی باتیں ہیں اماں ورنہ صبر کرنے والے کی تو ساری عمر ہی آزمائشیں سہتے گزر جاتی ہے ان کے نصیب کا اندھیرا کبھی چھٹتا ہی نہیں۔" وہ مایوس اور دلگرفتہ انداز میں بولی تھیں اماں نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کے اونچا کیا۔

"نا بیٹا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، وہ دیتا سب کو ہے پر ہر ایک کو نوازنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے اس مخصوص وقت کا انتظار کر، تیرا حصہ ملنے میں ابھی دیر ہے مگر ملے گا ضرور، اور جو صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اس کی رحمت کا وہ اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔" اماں اسے اپنے ساتھ لگائے اپنے نرم نرم الفاظ اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھیں اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔

"اگر انسان کی امید مر جائے نا بیٹا تو اسے دیمک لگ جاتی ہے وہ کھوکھلا ہو جاتا ہے اور ایک روز یہ دیمک اسے نگل لیتی ہے اس کا نشان تک مٹا ڈالتی ہے، امید زندہ رہے تو انسان کو جینے کا آسرا مل جاتا ہے رستے کھلنے لگتے ہیں وجود میں خزاں کی جگہ بہار جنم لینے لگتی ہے اور ایک روز یہی امید انسان کو منزل تک لے جاتی ہے۔" ان کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی تھی اس نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا تو انہوں نے اپنے آنچل کے پلو میں اس کے سارے اشک سمیٹ لئے۔

"آنسو جی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے، ان پر غلبہ پانا سیکھ، ہمت تیرے اندر خود بخود اتر آئے گی۔" انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ سگریٹ پہ سگریٹ سلگائے جا رہا تھا پورا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا تھا ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے اور راکھ بڑھتی جا رہی تھی وہ کرسی پر بیٹھا اسے آگے پیچھے کی طرف حرکت دے رہا تھا آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں سرخ ڈوروں والی تھکی تھکی سی آنکھوں میں گہری اداسی تھی یکدم دروازہ کھلا تھا کوئی دبے پاؤں اندر آیا تھا اس کی متحرک ہوتی کرسی یکدم رک گئی تھی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی سو وہ آنے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا لیکن قدموں کی چاپ سے آنے والی شخصیت کو پہچان ضرور گیا تھا اس کی خوشبو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

"آج پھر تم یہ دھوئیں کی دنیا بسائے بیٹھے ہو، کم آن شہروز، کیا حماقت ہے یہ، کہاں تو تم سگریٹ کے دھوئیں سے بھی الرجک تھے اور کہاں اب یہ حال ہے کہ رات دن اس دھوئیں میں بسر ہوتے ہیں، کیا حماقت ہے یار؟" انتظار اس کے سامنے ہی بیڈ پر ٹک گیا تھا شہروز نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں

اور کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

''آپ مجھے قصور وار سمجھتی ہیں پھپھو...... مجھے؟ جس نے اسجد کو نئی زندگی دی، اپنی زندگی اسے دان کر دی صرف آپ کے اسجد کو نئی زندگی کی طرف لانے کے لئے مجھے تو ایک اچھی اور پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے اسجد کے علاوہ کوئی اور بھی بہتر شخص مل سکتا تھا لیکن میں نے صرف اسجد کی خاطر قربانی دی۔'' اس نے کچھ پل رک کر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔

''اسجد کو میں بچپن سے جانتی ہوں جتنا میں اسے سمجھتی ہوں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے احساسات اور جذبات کے لمحہ لمحہ بدلتے رنگ صرف میں پرکھ سکتی ہوں، وہ اتنا ٹوٹا بکھرا شکستہ حال تھا پھپھو کہ میرے علاوہ کوئی دوسری لڑکی اسے جوڑ نہیں سکتی تھی، میں نے اس پتھر کے مجسمے میں جان ڈالی ہے پھپھو اور آپ پھر بھی مجھ سے متنفر ہیں، یقین کریں پھپھو اسجد کبھی بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن ہمیشہ سے ہی ہم اچھے دوست رہے ہیں جو محبت و انسیت مجھے عروبی سے رہی ہے وہی اسجد سے رہی ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی اور جذبہ یا احساس نہیں تھا، میں جیسی کل تھی ویسی ہی آج ہوں فرق صرف یہ ہے کہ آج میں اسجد کی زندگی میں آ گئی ہوں اس نے مجھے اپنا نام دے دیا ہے۔'' وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی سر جھکائے اپنی صفائی دے رہی تھی جو بالکل ساکت بیٹھی منجمد تاثرات کے ساتھ اس پر نظریں جمائے تھیں ان کے وجود میں حرکت ہوئی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے اور اسے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں بیٹا! میں تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی میں بھول گئی تھی کہ تیری ہی وجہ سے تو میرا بیٹا اندھیرے سے روشنی میں آیا ہے، خدا تجھے ہمیشہ میرے بیٹے کی سہاگن رکھے۔'' انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور اسے گلے سے لگا کر دعائیں دینے لگیں اور وہ دل میں اپنی چالاکی اور کامیابی پر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کبھی اندر کبھی باہر چکرائی پھر رہی تھی لیکن کسی پل چین نہیں آ رہا تھا جو کچھ ساویہ نے اس کے ساتھ کیا تھا اس نے اس کا رہا سہا چین بھی چھین لیا تھا آنکھیں ہر وقت برسنے کو تیار رہتی تھیں اور لب تو جیسے مقفل ہو چکے تھے قدرت کے تمام وار اکیلے ہی سہے جا رہی تھی کوئی اس کا دکھ سننے والا نہ تھا اماں سے وہ خود ہی اپنے زخم چھپائے پھرتی تھی کہ وہ تو خود زخم خوردہ تھیں قدرت کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں پریشان تھیں رہا واصد تو وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اس سے سامنا بہت کم ہوتا تھا۔

''اماں؟'' وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے معمول کی تسبیحات میں مگن تھیں جب وہ بغیر آہٹ پیدا کیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی انہوں نے چہرے سے دوپٹہ سرکا کر اسے دیکھا وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی پلکیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ان کے دل کو کچھ ہوا وہ تسبیح چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''کیا بات ہے پتر، یوں بت بنی کیوں بیٹھی ہے، مجھے بتا کیا دکھ ہے تجھے؟'' انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں اس کے اندر ان کے اس محبت بھرے لمس سے سکون سا اترنے لگا

وہ اور بھی شدت سے رو دی۔

''کیا آپ بے خبر ہیں اماں جو میرا دکھ نہیں جانتیں؟'' اس نے اذیت سے سوچا تھا مگر لب وا نہیں کیے تھے۔

''جو دکھ اپنوں سے ملتا ہے نا پتر وہ زیادہ شدید ہوتا ہے وجود کو اندر سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے جلن ایسی ہوتی ہے کہ ساری عمر بجائے کم ہونے کے بڑھتی رہتی ہے، میں تو خود حیران ہوں میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی کہ ساویہ نے اپنی ہی بہن کی خوشیاں نگل لیں، اپنے ہی رشتوں کو کھا گئی، اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ایسی نا ہنجار اولاد کو دیکھ کر اور بھی زیادہ صدمے سہتا اے، بس پتر صبر کر، صبر میں نجات ہے انسان کی کامیابی ہے۔'' وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''یہ سب کتابی باتیں ہیں اماں ورنہ صبر کرنے والے کی تو ساری عمر ہی آزمائشیں سہتے گزر جاتی ہے ان کے نصیب کا اندھیرا کبھی چھٹتا ہی نہیں۔'' وہ مایوس اور دلگرفتہ انداز میں بولی تھی اماں نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کے اونچا کیا۔

''نا بیٹا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، وہ دیتا سب کو ہے پر ہر ایک کو نوازنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے اس مخصوص وقت کا انتظار کر، تیرا حصہ ملنے میں ابھی دیر ہے مگر ملے گا ضرور، اور جو صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اس کی رحمت کا وہ اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔'' اماں اسے اپنے ساتھ لگائے اپنے نرم نرم الفاظ اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھیں اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔

''اگر انسان کی امید مر جائے نا بیٹا تو اسے دیمک لگ جاتی ہے وہ کھوکھلا ہو جاتا ہے اور ایک روز یہ دیمک اسے نگل لیتی ہے اس کا نشان تک مٹا ڈالتی ہے، امید زندہ رہے تو انسان کو جینے کا آسرا مل جاتا ہے رستے کھلنے لگتے ہیں وجود میں خزاں کی جگہ بہار جنم لینے لگتی ہے اور ایک روز یہی امید انسان کو منزل تک لے جاتی ہے۔'' ان کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی تھی اس نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا تو انہوں نے اپنے آنچل کے پلو میں اس کے سارے اشک سمیٹ لئے۔

''آنسو جی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے، ان پر غلبہ پانا سیکھ، ہمت تیرے اندر خود بخود اتر آئے گی۔'' انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ سگریٹ پہ سگریٹ سلگائے جا رہا تھا پورا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا تھا ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے اور راکھ بڑھتی جا رہی تھی وہ کرسی پر بیٹھا اسے آگے پیچھے کی طرف حرکت دے رہا تھا آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں سرخ ڈوروں والی تھکی تھکی سی آنکھوں میں گہری اداسی تھی یکدم دروازہ کھلا تھا کوئی دبے پاؤں اندر آیا تھا اس کی متحرک ہوتی کرسی یکدم رک گئی تھی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی سو وہ آنے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا لیکن قدموں کی چاپ سے آنے والی شخصیت کو پہچان ضرور گیا تھا اس کی خوشبو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

''آج پھر تم یہ دھوئیں کی دنیا بسائے بیٹھے ہو، کم آن شہروز، کیا حماقت ہے یہ، کہاں تو تم سگریٹ کے دھوئیں سے بھی الرجک تھے اور کہاں اب یہ حال ہے کہ رات دن اس دھوئیں میں بسر ہوتے ہیں، کیا حماقت ہے یار؟'' انتظار اس کے سامنے ہی بیڈ پر ٹک گیا تھا شہروز نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں

اور کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

”آپ مجھے قصور وار سمجھتی ہیں پھپھو...... مجھے؟ جس نے اجد کو نئی زندگی دی، اپنی زندگی اسے دان کر دی صرف آپ کے اجد کو نئی زندگی کی طرف لانے کے لئے مجھے تو ایک اچھی اور پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے اجد کے علاوہ کوئی اور بھی بہتر شخص مل سکتا تھا لیکن میں نے صرف اجد کی خاطر قربانی دی۔“ اس نے کچھ پل رک کر ان کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔

”اجد کو میں بچپن سے جانتی ہوں جتنا میں اسے سمجھتی ہوں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے احساسات اور جذبات کے لمحہ لمحہ بدلتے رنگ صرف میں پرکھ سکتی ہوں، وہ اتنا ٹوٹا بکھرا شکستہ حال تھا پھپھو کہ میرے علاوہ کوئی دوسری لڑکی اسے جوڑ نہیں سکتی تھی، میں نے اس پتھر کے مجسمے میں جان ڈالی ہے پھپھو اور آپ پھر بھی مجھ سے متنفر ہیں، یقین کریں پھپھو اجد کبھی بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن ہمیشہ سے ہی ہم اچھے دوست رہے ہیں جو محبت و انسیت مجھے عروبی سے رہی ہے وہی اجد سے رہی ہے میرے دل میں اس کے لئے کوئی اور جذبہ یا احساس نہیں تھا، میں جیسی کل تھی ویسی ہی آج ہوں فرق صرف یہ ہے کہ آج میں اجد کی زندگی میں آ گئی ہوں اس نے مجھے اپنا نام دے دیا ہے۔“ وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی سر جھکائے اپنی صفائی دے رہی تھی جو بالکل ساکت بیٹھی منجمد تاثرات کے ساتھ اس پر نظریں جمائے تھیں ان کے وجود میں حرکت ہوئی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے اور اسے اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

”میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں بیٹا! میں تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی میں بھول گئی تھی کہ تیری ہی وجہ سے تو میرا بیٹا اندھیرے سے روشنی میں آیا ہے، خدا تجھے ہمیشہ میرے بیٹے کی سہاگن رکھے۔“ انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور اسے گلے سے لگا کر دعائیں دینے لگیں اور وہ دل میں اپنی چالاکی اور کامیابی پر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کبھی اندر کبھی باہر چکرائی پھر رہی تھی لیکن کسی پل چین نہیں آ رہا تھا جو کچھ ساویہ نے اس کے ساتھ کیا تھا اس نے اس کا رہا سہا چین بھی چھین لیا تھا آنکھیں ہر وقت برسنے کو تیار رہتی تھیں اور لب تو جیسے مقفل ہو چکے تھے قدرت کے تمام وار اکیلے ہی سہے جا رہی تھی کوئی اس کا دکھ سننے والا نہ تھا اماں سے وہ خود ہی اپنے زخم چھپائے پھرتی تھی کہ وہ تو خود زخم خوردہ تھیں قدرت کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں پریشان تھیں رہا واحد تو وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اس سے سامنا بہت کم ہوتا تھا۔

”اماں؟“ وہ جائے نماز پر بیٹھی اپنے معمول کی تسبیحات میں مگن تھیں جب وہ بغیر آہٹ پیدا کیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی انہوں نے چہرے سے دوپٹہ سرکا کر اسے دیکھا، وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھی تھی پلکیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ان کے دل کو کچھ ہوا وہ تسبیح چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

”کیا بات ہے پتر، یوں بت بنی کیوں بیٹھی ہے، مجھے بتا کیا دکھ ہے تجھے؟“ انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں اس کے اندر ان کے اس محبت بھرے لمس سے سکون سا اترنے لگا وہ اور بھی شدت سے رو دی۔

”کیا آپ بے خبر ہیں اماں جو میرا دکھ نہیں جانتیں؟“ اس نے اذیت سے سوچا تھا مگر لب وا نہیں کیے تھے۔

”جو دکھ اپنوں سے ملتا ہے نا پتر وہ زیادہ شدید ہوتا ہے وجود کو اندر سے کاٹ کے رکھ دیتا ہے جلن ایسی ہوتی ہے کہ ساری عمر بجائے کم ہونے کے بڑھتی رہتی ہے، میں تو خود حیران ہوں میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی کہ ساویہ نے اپنی ہی بہن کی خوشیاں نگل لیں، اچھے ہی رشتوں کو کھا گئی، اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ایسی نا ہنجار اولاد کو دیکھ کر اور بھی زیادہ صدمے سہتا اے، بس پتر صبر کر، صبر میں نجات ہے انسان کی کامیابی ہے۔“ وہ نرمی سے اس کی پشت تھپکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”یہ سب کتابی باتیں ہیں اماں ورنہ صبر کرنے والے کی تو ساری عمر ہی آزمائشیں سہتے گزر جاتی ہے ان کے نصیب کا اندھیرا کبھی چھٹتا ہی نہیں۔“ وہ مایوس اور دل گرفتہ انداز میں بولی تھی اماں نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کے اونچا کیا۔

”نا بیٹا خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، وہ دیتا سب کو ہے پر ہر ایک کو نوازنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہے اس مخصوص وقت کا انتظار کر، تیرا حصہ ملنے میں ابھی دیر ہے مگر ملے گا ضرور، اور جو صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اس کی رحمت کا وہ اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔“ اماں اسے اپنے ساتھ لگائے اپنے نرم نرم الفاظ اس کی سماعتوں کو بخش رہی تھیں اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔

”اگر انسان کی امید مر جائے نا بیٹا تو اسے دیمک لگ جاتی ہے وہ کھوکھلا ہو جاتا ہے اور ایک روز یہ دیمک اسے نگل لیتی ہے اس کا نشان تک مٹا ڈالتی ہے، امید زندہ رہے تو انسان کو جینے کا آسرا مل جاتا ہے رستے کھلنے لگتے ہیں وجود میں خزاں کی جگہ بہار جنم لینے لگتی ہے اور ایک روز یہی امید انسان کو منزل تک لے جاتی ہے۔“ ان کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی تھی اس نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا تو انہوں نے اپنے آنچل کے پلو میں اس کے سارے اشک سمیٹ لئے۔

”آنسو جی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے، ان پر غلبہ پانا سیکھ، ہمت تیرے اندر خود بخود اتر آئے گی۔“ انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ سگریٹ پہ سگریٹ سلگائے جا رہا تھا پورا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا تھا ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے اور راکھ بڑھتی جا رہی تھی وہ کرسی پر بیٹھا اسے آگے پیچھے کی طرف حرکت دے رہا تھا آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں سرخ ڈوروں والی تھکی تھکی سی آنکھوں میں گہری اداسی تھی یکدم دروازہ کھلا تھا کوئی دبے پاؤں اندر آیا تھا اس کی متحرک ہوتی کرسی یکدم رک گئی تھی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی سو وہ آنے والے کو دیکھ نہیں سکا تھا لیکن قدموں کی چاپ سے آنے والی شخصیت کو پہچان ضرور گیا تھا اس کی خوشبو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

”آج پھر تم یہ دھوئیں کی دنیا بسائے بیٹھے ہو، کم آن شہروز، کیا حماقت ہے یہ، کہاں تو تم سگریٹ کے دھوئیں سے بھی الرجک تھے اور کہاں اب یہ حال ہے کہ رات دن اس دھوئیں میں بسر ہوتے ہیں، کیا حماقت ہے یار؟“ انتظار اس کے سامنے ہی بیڈ پر ٹک گیا تھا شہروز نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر جما دیں

ڈسا ہوا ہر شخص ایک جیسا نہیں ہوتا، کچھ زخم بھر جاتے ہیں اور کچھ اس زخم کو ہرا رکھنا چاہتے ہیں تا زندگی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا ساویہ کا رواں رواں کانپ اٹھا تھا، اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" وہ بمشکل گویا ہوئی تھی وہ چند لمحے خاموش رہا اور پھر جب بولا تو اس کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

"صرف ایک بار تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں، صرف ایک بار، صرف ایک بار تم سے وہ سب کچھ کہنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں ہے، صرف ایک بار ساویہ صرف ایک بار میری آنکھوں کے سوکھے دریا کو اپنے دیدار سے سیراب کر دو، صرف ایک بار تمہاری صورت کو تاعمر کے لئے اپنی آنکھوں میں قید کرنا چاہتا ہوں، صرف ایک بار۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بول رہا تھا وہ اپنی جگہ پر بت بن گئی۔

"تم جانتے ہو اب میں کسی کی امانت ہوں اور میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کر سکتی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی وہ چیخ گیا۔

"امانت اونہہ امانت...... اور جو تم نے میرے جذبوں کے ساتھ خیانت کی تھی وہ......؟"

"سوچ لو ساویہ...... اگر تم اپنی ضد پر قائم رہیں تو میں بھی اپنی ضد نہیں چھوڑوں گا، تم جانتی ہو نا انتظار امجد کا کتنا قریبی دوست ہے اور وہ میرا بھی اتنا ہی قریبی دوست ہے اور تمہارے اور میرے افیئر سے باخبر بھی۔" اس نے اس کی سماعتوں میں دھماکہ کیا تھا وہ حیرت اور بے یقینی سے گنگ رہ گئی تھی۔

"تم جانتی ہو نا کہ امجد اس پر کتنا اعتبار کرتا ہے اور وہ میری اور عروٰی کی بے گناہی کو ثابت کرے گا امجد حدید کے سامنے۔" اس نے بڑی ہوشیاری سے اپنا مہرہ صحیح جگہ پے بٹھایا تھا وہ واقعی ہی میں پھنسنے لگی تھی۔

"کب ملنا چاہتے ہو اور کس جگہ پر؟" پریشان سی گویا ہوئی شہروز کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔

"اسی ریسٹورنٹ میں جہاں تم نے......" اسے سرعت سے بتاتے یکدم سنجیدہ ہو گیا دوسری طرف موجود ساویہ کو اپنا دل رکتا محسوس ہوا تھا۔

☆☆☆

مطلع صبح سے ہی ابر آلود تھا خنک ہوا جسم کو چھو کر گزرتیں تو یکدم ہی ٹھنڈ کا احساس کیونکہ موسم بدلنے لگا تھا سرما کی آمد آمد تھی اور تو لگ رہا تھا اگر بارش برسی تو موسم بہت سرد ہو جائے گا شام ڈھل رہی تھی واحد ابھی گھر سے باہر تھا وہ اماں کو کھانا دینے کے بعد سمیٹ کر کے گئی اور پھر ان کے لئے چائے چلی آئی چائے کی پیالی انہیں تھماتے ہوئے وہیں انہی کے پاس ہی ان کے برابر میں پلنگ پر ٹک گئی۔

"آج تو بارش ہو گی اماں، موسم خطرناک ہو رہا ہے۔" وہ انہیں موسم کی صورت حال سے آگاہ کرتی ہوئی بولی تھی کیونکہ پچھلے گھنٹوں سے وہ اپنے کمرے میں بند پڑی اس کی بات پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بارش ہو گی تو موسم بھی بدلے گا، بڑھ جائے گی اور میرے جوڑوں میں اور درد ہونے لگے گا۔" انہیں اپنی فکر ستانے لگی تھی بھی ان کا نحیف وجود دیکھ کر دکھی سی ہو گئی۔

"آپ فضول میں ٹینشن جو پالتی رہتی کبھی کسی بات کو تو کبھی کسی بات کی۔" اس خفگی سے کہا تھا انہوں نے سرد آہ کھینچی۔

"ٹینشن پالی نہیں جاتی پتر، ہو جاتی ہے خود رو پودے کی طرح خود ہی پلتی بڑھتی رہتی ہے ایک جائے تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے، سب سے زیادہ تو مجھے تیری فکر ہے، جوان جہان ہے اتنی لمبی حیاتی اکیلے کیسے کاٹے گی؟" انہوں نے فکر مندی سے اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ نظریں جھکا کر انگلیاں مروڑنے لگی۔

"آپ کیا جانیں اماں، میرے دل میں تو صرف ایک ہی شخص آباد ہے اور رہے گا، اس کے علاوہ نہ کسی کو سوچا نہ سوچ سکتی ہوں۔" وہ سر جھکائے سوچتی رہی مگر لب وا نہ ہوئے۔

"صبح پڑوسن حاجرہ آئی تھی کہہ رہی تھی میر چچا زاد بھائی سولہ جماعتیں پاس ہے، شکل صورت کا بھی صحیح ہے، گھر بار بھی اپنا ہے اماں ابا حیات نہیں اپنا کاروبار ہے اس کا، آپ کہو تو میں بات چلا دوں، پر میں نے روک دیا کہ پہلے تیری مرضی جان لوں تا کہ تو بعد میں مجھے دوش نہ دے، سوچ لے بچی، اچھے موقعے بار بار نہیں ملتے، ایک طلاق یافتہ کے لئے ایسا اچھا بر مل جائے یہ بھی بڑی بات ہے، ایسا نہ ہو کبھی بالکل ہی رشتے آنا بند ہو جائیں۔" اماں اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھیں اس نے سر اٹھا کر انہیں ایسے دیکھا جیسے بہت اذیت سے گزر رہی ہو اس کے چہرے پر کرب کے سائے پھیل رہے تھے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے اماں، میں سونے جا رہی ہوں۔" وہ بہانہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی اماں نے اسے خفگی سے گھورا۔

"تو ہمیشہ میری یہ بات سنتے ہی اٹھ کر چلی جاتی ہے، ایک وقت آئے گا جب تجھے میری بات نہ ماننے کا افسوس ہو گا۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی تھیں وہ مرے مرے قدم اٹھاتی وہاں سے چلی آئی تھی۔

ہم نے آنکھوں میں کوئی خواب جگا رکھا ہے
اب بھی سینے میں تیرا درد رچا رکھا ہے

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بیڈ پر یوں آ کر بیٹھی تھی کہ آئینہ بالکل سامنے تھا اس نے اپنے سادہ سے حلیے پر یونہی نظر ڈالی بغیر لالی کے ہونٹ بغیر آویزوں کے کان، بغیر کاجل کے آنکھیں اور بکھرے بالوں کی چند الجھی لٹیں، کبھی وہ وقت تھا کہ امجد حدید کو وہ اس حلیے میں نظر آ جاتی تو وہ ہنس کر ٹوک دیتا۔

"کیا کسی کے سوگ میں جا رہی ہو جو یہ اجڑا، ویران حلیہ بنا رکھا ہے۔" اس کا گمبھیر دلکش لہجہ اس کی سماعتوں میں اتر آیا تھا آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر پانی اتر آیا اور آج یہ وقت تھا کہ کوئی اسے ٹوکنے والا نہیں تھا اس کی نظریں اپنی سونی کلائیوں پر گئیں جو کبھی چوڑیوں سے بھری رہا کرتی تھیں کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے کر مسل دیا اس کی ہچکی بندھ گئی۔

"تمہاری یہ بانہیں مجھے ہمیشہ بھری نظر آنی چاہئیں، میں سوچ رہا ہوں تمہارے لئے چوڑیوں کا ایک اسٹال خرید لوں۔" ایک بار اس نے اس کی بھری کلائیوں کو اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کیا کروں امجد حدید تمہارے بعد دل کسی اور کو اپنے اندر اترنے ہی نہیں دیتا، زندگی چاہے بیس سال آگے چلی جائے یا تیس سال تمہارے علاوہ اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔" اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو کھوجتے ہوئے وہ اس کی رفاقت میں گزرے روز و شب میں کھو گئی تھی پھر کچھ یاد آنے پر نظریں آئینے پر جما دی تھیں۔

"تمہیں بھی تو دعویٰ تھا نا امجد حدید کہ میرے علاوہ کوئی تمہارے دل کی سرزمین پر نہیں

اتر سکتا تو پھر ساویہ آپی......؟" وہ سوچتے سوچتے رک گئی تھی اسے یاد آیا تھا ابھی تو دس دن پہلے وہ اماں سے ملنے آئی تھی کتنی خوش اور تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی پہلے سے بھی زیادہ دلکش اور حسین ہو گئی تھی اس کے لبوں سے ہنسی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی تھی وہ جیسے ہی اس کے سامنے آئی تھی اس نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا کسی فاتح کی طرح، کتنی حقارت تھی اس کی آنکھوں میں اس کے لئے۔ ایک چبھتی ہوئی جتاتی ہوئی مسکراہٹ مسلسل اس کے لبوں کا احاطہ کیے تھے وہ الٹے قدموں اپنے کمرے میں واپس لوٹ آئی تھی۔

امجد یہاں کبھی اس کے ہمراہ نہیں آیا تھا اور وہ شکر ہی کرتی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر مزید بکھر جاتی ساویہ نے بھی شادی سے لے کر اب تک محض دو تین چکر ہی لگائے تھے اور جہاں تک عروبی کی سوچ جاتی تھی تو اسی کی وجہ سے یہاں زیادہ آنا پسند نہیں کرتی تھی اماں اس سے ملکر کچھ خاص خوش نہیں ہوتی تھیں، شاید انہیں اس کا آنا اچھا نہیں لگتا تھا وہ محض دو تین باتیں کر کے چپ سادھ لیتی تھیں اس روز وہ اس کے پاس آئی تھی جب وہ بیڈ پر گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی آہٹ پر چونک کر سر اٹھایا تو وہ تیکھی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"بہت دکھ ہوتا ہوگا نا تمہیں مجھے امجد حدید کی زندگی میں دیکھ کر؟ مجھے بھی کبھی بہت اذیت پہنچی تھی تمہیں اسکے ساتھ دیکھ کر، چاہا اسے میں نے تھا اور چھین لیا تم نے، لیکن جس کی چیز ہوتی ہے اسے مل جاتی ہے وہ میرا نصیب تھا اور مجھے مل گیا، اب تم روتی رہو تا عمر اور خود ہی اپنے آنسو پونچھتی رہو۔" وہ سفاک لہجے میں بولی تھی، اس نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"تمہاری جگہ اس نے نئی تصویر سجالی ہے جو میری ہے اور وہ اسے سینے سے لگا کر رکھتا ہے۔" اس نے دل جلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"خوش رہو آباد رہو اپنی یادوں کے قبرستان میں۔" وہ چپل ہیل سے ٹھک ٹھک کرتی وہاں سے چلی گئی تھی اور وہ اس کے لفظوں کی آگ میں جھلنے لگی تھی۔

"تم واقعی خوش نصیب ہو ساویہ کہ دکھ دے کے بھی خوشیوں کی حق دار ٹھہریں اور میں اپنا سب کچھ دان کر کے بھی خالی ہاتھ رہ گئی۔" دکھ سے سوچتے ہوئے وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھنے لگی تھی چاروں اور اسے اندھیرا پھیلتا محسوس ہوا تھا خوف سے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

جیسے ہی وہ ہوٹل کے خنکی زدہ ماحول میں داخل ہوا تھا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا وہ بالکل سامنے والی ٹیبل پر اردگرد سے بے خبر سر جھکائے بیٹھی تھی انگلیاں اضطراری انداز میں ٹیبل کو کھرچ رہی تھیں آج کتنے عرصے بعد وہ اس سنگدل لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو چھوڑ کر چلے جانے کے بعد بھی اس کے دل کے مندر پر پورے استحقاق سے براجمان تھی اس کے وجود میں پھر سے وہی مانوس سا درد اترنے لگا اس کی طرف بڑھتے قدم کمزور پڑ گئے وہ کیسے اس کا سامنا کرے گا خود کو کیسے بہکنے سے روک پائے گا جس کا روپ آج بھی آنکھوں کو تراوت بخش رہا تھا اس پر یکدم ہی دیوانگی سی طاری ہونے لگی تھی خود کو بمشکل سنبھالتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کی طرف آیا تھا اس نے جیسے ہی سر اٹھایا اسے اپنے بالکل سامنے کھڑا پایا وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھ رہا تھا اس کی ہتھیلی میں پسینہ اترنے لگا بے چینی سے اس نے پہلو بدلا تھا لیکن پھر خود کو کمپوز کرتے ہوئے اعتماد سے اس کی

طرف نگاہیں جما دی تھیں، جس کا حلیہ مجنوؤں جیسا ہو رہا تھا بڑھی ہوئی شیو، آنکھوں کی لالی بہت کچھ کہہ رہی تھی اس نے یکدم ہی نگاہیں پھیر لیں کہ اس کی آنکھوں میں ڈھیروں شکوے تھے وہ ٹرانس کی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا جب اس نے اسے خواب سے جگایا تھا۔

"جو کہنا ہے جلدی کہو، مجھے جانا ہے۔" وہ رکھائی سے بولی تھی شہروز اس کے اکھڑے اکھڑے سے رویے پر ہولے سے مسکرایا تھا۔

"باتیں تو اتنی ہیں کہ نہ جانے کتنی صبحیں اور کتنی شامیں گزر جائیں مگر لفظ ختم نہ ہوں، لیکن اس وقت میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ بہت پرانا حساب چکانا ہے تم نے میرا، میرا قرض ہے تم پر جو تم نے ادا کرنا ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا اپنی جینز کی پاکٹ سے سگریٹ اور لائٹر نکال کر اسے گہری نظروں سے گھور رہا تھا ساویہ کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا وہ اب لائٹر سے سگریٹ سلگا کر لمبے لمبے کش لے رہا تھا سگریٹ کے دھوئیں سے اسے بے چینی ہونے لگی۔

"یہ سگریٹ بھی تمہاری یادوں کا دیا ہوا تحفہ ہے جس کے دھوئیں میں نہ جانے اپنے کتنے غم اڑا دیتا ہوں مگر کمبخت پھر سے پلٹ آتے ہیں غم جو ہوئے۔" اب وہ طنز سے ہنس رہا تھا۔

"تمہیں یاد ہوگا ساویہ اسی ہوٹل میں ایک بار میں اور عروبی تمہارے انتظار میں سوکھ رہے تھے مگر تم نے عین وقت پر دغا دے دیا تھا، تم نہیں آئی تھیں، یاد آیا کچھ؟" لگتا تھا آج وہ سارے حساب بے باق کرنے کو بیٹھا ہے اس کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی۔

"میں یہاں ماضی کی راکھ کریدنے نہیں آئی، تم نے اگر یہی سب کچھ کہنے کے لئے مجھے یہاں بلایا ہے تو میں مزید ایک سیکنڈ بھی یہاں نہیں رکوں گی۔" وہ کرسی دھکیل کر اٹھنے لگی تو شہروز نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے نازک مرمریں ہاتھ پر پوری قوت سے رکھ دیا وہ کمزور شاخ کی طرح ڈھے گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں یہاں بلانے کا میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔" وہ استہزائیہ ہنسا تھا وہ الجھن زدہ نظروں سے اسے گھورنے لگی اسی پل پیچھے سے کسی نے اپنے مضبوط ہاتھ میں اس کا بازو دبوچ لیا تھا وہ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھی اس لئے حواس باختہ ہو کر صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی شہروز نے ایک چبھتی ہوئی نظر اس کی پشت پر کھڑی شخصیت پر ڈالتا وہاں سے چلا گیا تھا اس کے آہنی ہاتھوں کی گرفت میں پھڑپھڑانے لگی تھی جو اسے کھینچتا ہوا وہاں سے لے گیا تھا۔

گاڑی کو فل اسپیڈ میں اڑاتا ہوا وہ گھر تک پہنچا تھا اور اسے بیڈ روم میں لے جا کر بیڈ پر پٹخ دیا تھا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا لب بھینچے ہوا اسے جتاتی نظروں سے گھور رہا تھا وہ ابھی تک سکتے کی حالت میں بیٹھی اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لئے لفظ ڈھونڈ رہی تھی۔

"تو تمہارا اصل چہرہ یہ ہے۔" اس کے لبوں سے پہلا جملہ یہی نکلا تھا وہ یک دم ہی کسی انجانے خوف کا شکار ہو گئی تھی اس کی چھٹی حس نے اسے کسی ممکنہ خطرے سے خبردار کیا تھا وہ اپنے سینے میں پھڑپھڑاتے دل کو بمشکل سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا...... کیا مطلب امجد...... آپ جو سمجھ رہے ہیں امجد وہ محض آپ کی آنکھوں کا دھوکا ہے، حقیقت کچھ اور ہے۔" وہ دل ہی دل میں لفظ ترتیب دیتی ہوئی بولی تھی، امجد حدید کی پیشانی کے بلوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارا پرانا عاشق ہے۔'' وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا تھا وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی تھی۔

''نہیں امجد...... میں......'' اس نے بولنے کی کوشش کی مگر لب صرف پھڑ پھڑا کے رہ گئے وہ جو اتنی آسانی سے جھوٹ بول دیا کرتی تھی آج زبان لڑکھڑانے لگی تھی وہ اسے سخت نظروں سے گھورتا چیخ پڑا۔

''شٹ اپ!'' اس کے لہجے میں اس کے لئے تحقیر تھی۔

''مجھے افسوس ہے تو صرف اس بات کا کہ میں نے عروبٰی جیسی بے مثال اور مکمل لڑکی کو کھو دیا۔'' امجد حدید کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے خود کو سنبھالتے ہوئے وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا اس کی نظریں قالین پہ بھٹک رہی تھی۔

''میں نے اتنا بڑا گناہ کر دیا، اتنا ظلم کیا اس کے ساتھ، اتنا ارزاں سمجھا اسے اور وہ چپ چاپ سہہ گئی شاید اگر وہ اپنی صفائی میں کچھ کہتی بھی تو میں یقین نہ کرتا کیونکہ تمہارے پھیلائے ہوئے جال میں وہ بری طرح پھنس چکی تھی۔'' وہ زہر خند لہجے میں بولا تھا امجد حدید نے اسے عرش سے فرش پہ دے مارا تھا وہ ویران آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیوں کیا تم نے ایسا سادیہ وہ بھی اپنی سگی بہن کے ساتھ اپنے اتنے قریبی رشتے کے ساتھ؟'' وہ ٹوٹے بکھرے لہجے میں بول رہا تھا اس کی آنکھوں میں واضح نمی تھی کمرے کے خاموش ماحول میں اس کی آواز کی گمبھیرتا اس کی سماعتوں پر ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھی یکدم اس کے وجود میں حرکت ہوئی تھی وہ کسی روبوٹ کی مانند چلتی اس کے قدموں میں آ گری تھی امجد حدیہ نے حیرت اور ناگواری سے اس کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔

''میں نے یہ سب کچھ تمہیں پانے کے لئے کیا امجد صرف تمہیں پانے کے لئے۔'' وہ اس کے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے لگی تھی، وہ اس کے اس انکشاف پر بھونچکا رہ گیا۔

''ہوش کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے ہی جو میرے دل میں اترا وہ تم تھے امجد صرف تم تھے، مجھے لگتا تھا تم میرے ہو، صرف میرے لئے بنے ہو، مجھے یقین تھا تم بھی صرف مجھے سوچتے ہو، تمہارے دل میں صرف میں ہوں، میں تمہاری سنگت میں سنہرے خواب بنتی گئی لیکن جب......

جب مجھے پتہ چلا کہ تم عروبٰی کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتے ہو اور اس کی خاطر تم نے مجھے ٹھکرا دیا ہے تو مجھے عروبٰی کے وجود سے نفرت ہو گئی مجھے لگا عروبٰی نے تمہیں مجھ سے چھین لیا ہے، مجھے اس کے وجود سے تمہاری محبت کی خوشبو آنے لگی مجھے لگا وہ بھی تمہارے عشق میں پور پور ڈوبی ہے اس کی یہی بات میری آنکھوں میں کھٹکنے لگی لیکن اس وقت میں بے بس تھی سوچ رہی لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اسے تمہاری زندگی سے ہی نہیں تمہارے دل سے بھی نکال پھینکوں گی۔'' وہ نظریں جھکائے یونہی قالین پر بیٹھی رندھے گلے کے ساتھ اپنے جرم کی داستان سنا رہی تھی امجد حدیہ جو ماتھے پر شکنیں ڈالے لب بھینچے اسے سن رہا تھا ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیل کے اٹھ کھڑا ہوا اور بیڈ پر جا بیٹھا تھا وہ اس کی اس بیگانگی اور ٹھکرائے جانے کے احساس سے تڑپ اٹھی اور مجرم کی طرح اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''تم مجھے جو بھی سزا دینا چاہو دے لو، لیکن مجھے اپنی زندگی سے مت نکالو، میں تمہارے بغیر

کچھ بھی نہیں ہوں امجد حدیہ، بے مول ہوں تمہارے بغیر، بڑے کٹھن راستوں سے گزر کے منزل تک پہنچی ہوں، اب منزل کو کھونے کا تصور کرنا بھی محال ہے، میں تمہاری باندی بن کر رہ لوں گی، تمہاری بیگانگی لاتعلقی خوشی سے سہہ لوں گی، اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہو جاؤں گی لیکن تم سے دور نہیں رہ سکتی۔'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کے سسک پڑی تھی، امجد حدیہ کچھ دیر اسے ایسے ہی روتے تڑپتے دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا اور جاتے جاتے وہ اس کی طرف پلٹا جو اس کی طرف رخ کیے کھڑی ویران آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نہ تمہیں اپنی زندگی میں رکھ سکتا ہوں نہ دل میں، چلی جاؤ میری زندگی سے ابھی اور اسی وقت۔'' اس نے قطعیت سے کہا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا، جبکہ وہ وہیں کارپٹ پر ڈھیر ہو گئی تھی۔

☆☆☆

اس رات وہ ذہنی طور پر اتنی ڈسٹرب تھی کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا صوفے پر گم صم سی بنی بیٹھی نیم تاریکی میں کمرے کی ہر چیز پر نگاہ ڈال رہی تھی امجد حدیہ اس پوری رات گھر نہیں آیا تھا شاید وہ اس انتظار میں تھا کہ وہ اس کے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے پہلے یہاں سے چلی جائے اور اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ نہ امجد حدیہ کو چھوڑ سکتی تھی نہ اس کے گھر کو اور یہی فیصلہ کرنے میں اس کی آدھی رات بیت گئی تھی لیکن یہ بھی طے تھا کہ امجد حدیہ کی زندگی میں اب اس کے لئے مزید کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔

بالآخر وہ نتیجے پر پہنچ گئی اس کے وجود میں حرکت ہوئی اور وہ سست روی سے چلتی ہوئی بیڈ تک آ گئی سرہانے بیٹھتے ہوئے اس نے پاس پڑا دوپٹہ اٹھایا تھا اور چھت پر لگے پنکھے کو دیکھا تھا تھوڑی دیر بعد ہی یہ پنکھا اس کی موت کا سبب بن چکا تھا۔

☆☆☆

پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا، ایک طرف کو پڑی کرسی زور زور سے ہل رہی تھی جس پر بیٹھا مضبوط اعصاب کا ایک مرد آج کسی کمزور بے بس مخلوق کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا قدموں میں پڑا راکھ دان جلی ہوئی سگریٹوں کی راکھ سے پورا بھر چکا تھا یکدم کمرے کے سوئچ بورڈ پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا تھا تمام بٹن ایک ایک کر کے آن ہو گئے تھے کمرے میں انرجی سیور کی سفید روشنی پھیلتی چلی گئی تھی انتظار ہاتھ میں بھاپ اڑاتی کافی کے دو مگ تھے جنہیں اس نے لا کر عین اس کے سامنے پڑی ٹیبل پر رکھ دیے تھے اور خود بھی وہیں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا شہروز اب سیدھا ہو بیٹھا تھا اور ساکت آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا اس کی آنکھوں میں رت جگے کی سرخی بھری تھی بال الجھے ہوئے تھے انتظار نے گہری سانس اندر کھینچی پھر اس کی نظروں سے نظریں ملا دیں۔

''اس حقیقت کو قبول کر لو شہروز کہ وہ ہمیشہ کے لئے یہ دنیا چھوڑ کر جا چکی ہے، جونہی تمہیں یقین آئے گا تمہارے دل میں سکون و اطمینان اترنے لگا گا، مان لو کہ جو چیزیں کھو جاتی ہیں وہ پھر کبھی نہیں ملتیں پھر صرف ان کا متبادل ملتا ہے، بھلے سے اس چیز کی طرح خالص نہ ہو وہ متبادل بھلے سے اس چیز کی طرح ہمارے من کو نہ بھائے لیکن سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ موجودہ چیزوں سے سمجھوتہ ہی اصل زندگی ہے۔'' اس نے گرم گرم کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا شہروز ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور بالکونی میں جا کھڑا ہوا تھا بالکونی

سے باہر تاروں سے سجا آسمان تھا لیکن چاند کا نام ونشان تک نہ تھا ہر چیز پر مکمل طور پہ اماوس کا بسیرا تھا ایسی کتنی ہی تاریک راتیں اس نے اس بے وفا کی یاد میں یونہی بالکونی سے دیکھتے گزاری تھیں گرم سیال اس کی آنکھوں سے بہنے لگا وجود میں مانوس سا درد اٹھنے لگا اور لب اسے پکارنے کی خواہش کرنے لگے۔

''تم جانتے ہو جب وہ زندہ تھی تب بھی میں نے خود کو یہ یقین دلانے کی کئی بار کوشش کی تھی کہ وہ میرے لئے مر چکی ہے لیکن مجھے صبر نہیں آتا تھا کہ اس کے زندہ ہوتے ہوئے بھی میں اس کی موت کا یقین کرلوں میرے اندر جوار بھاٹا اٹھتا تھا انتقام کی آگ بھڑکنے لگتی تھی میں اس سے ان تمام لمحوں کا حساب لینا چاہتا تھا جو اس نے مجھے زخموں کی صورت میں دان کیے تھے لیکن پھر کیا ہوا......؟'' اس کی آنکھوں کی سرخی گہری ہو گئی تھی حلق میں گولہ سا پھنس گیا تھا۔

''اس کی موت کے بعد میں سب کچھ بھول گیا سب کچھ، اپنے زخم اپنا انتقام، اپنے سلگتے لمحے اپنی بے چین راتیں سب کچھ، یاد رہا تو صرف اتنا کہ اس کی زندگی میری زندگی تھی اور اس کی موت میرا روگ...... میں نے اسے اس کی بے وفائی کی سزا دینے کے لئے اس کے خلاف پلاننگ کی اسے ہوٹل میں بلوایا اور پھر......'' وہ اس کی موت کے اصل حقائق پر سے پردہ اٹھانے لگا۔

''تم جانتے ہو تمہاری بیوی اس وقت کہاں ہے...... نہیں؟'' ہوٹل سے ذرا دور اپنی کار سے ٹیک لگائے وہ امجد حدید سے موبائل پر مخاطب تھا دوسری طرف موجود امجد حدید جو اپنے آفس میں بیٹھا ضروری فائلیں نمٹا رہا تھا کسی اجنبی مرد کے منہ سے اپنی بیوی کا نام سن کر بے قرار ہو گیا تھا۔

''تم کون ہو اور میری بیوی کو کیسے جانتے ہو؟'' اس نے ماتھے پہ سلوٹیں ڈالے وہ چیختے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا شہروز نے اس کے سوال پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''تم مجھے نہیں پہچانتے، اپنی بیوی کے سابقہ محبوب کو اور اب پھر سے تمہاری بیوی کو اپنے اس پرانے محبوب کی یاد ستانے لگی ہے سو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آج وہ میرے پاس چلی آئی ہے، میرے یعنی شہروز کے پاس یقین نہیں تو خود آ کر اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ لو، وہ کیسے میری محبت کی ریشمی ڈور سے بندھی چلی آئی ہے۔'' وہ زہر میں بجھے تیر اس کے سینے میں بے دردی سے پیوست کر رہا تھا پھر اسے مطلوبہ جگہ کا نام بتا کر موبائل آف کر دیا تھا اور اپنے قدم اندر کی طرف بڑھا دیے تھے جہاں ساویہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

''اس روز میں بہت شانت تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میں نے ساویہ کی طرف سے جو شک کا بیج اس کے دل کی سرزمین میں بو دیا ہے وہ اسے چین سے نہیں رہنے دے گا اور وہی ہوا اس نے ساویہ کو ٹھکرایا اور وہ اس صدمے کو سہہ نہ سکی۔'' اس کی آواز گلے میں گھٹ گئی چند لمحے وہ خاموش کھڑا رہا۔

''لیکن میں اس سے اپنے رستے زخموں کا حساب لے کر خود ہی اپنی نظروں میں اس کا مجرم بن گیا گو کہ میں نے انتقام کی یہ بازی جیت لی تھی مگر میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لے گی اور پھر میں کبھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکوں گا، ہاں انتظار یہ سچ ہے کہ اس نے امجد حدید کے ٹھکرائے جانے کے غم میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا اور یہ سب صرف اور صرف میری وجہ سے ہوا، صرف اور صرف میری وجہ سے۔'' اس کی آنکھوں کے سامنے دھواں پھیلنے لگا تھا ہر چیز دھندلائی سی لگ رہی تھی شکست خوردہ قدموں سے چلتا اپنی مخصوص کرسی پر آ بیٹھا تھا اور نظریں قالین پر جما دی تھیں۔

''اس نے شروع سے آخر تک کہانی کا حرف حرف امجد حدید کے گوش گزار کر دیا تھا، صرف ایک بات کا اضافہ خود سے کیا تھا کہ وہ آج پھر سے اپنی بھولی بھٹکی محبت کو تازہ کرنے آئی ہے، آہ انتظار یہ میں نے کیا کیا؟ اپنے ہاتھوں سے اسے موت دے دی، وہ چلی گئی انتظار وہ چلی گئی۔'' وہ بے چینی سے اپنا سر کرسی کی پشت پر رکھے دائیں بائیں گھما رہا تھا انتظار نے اس کی خستہ حالت دیکھتے ہوئے اذیت سے لب بھینچ لئے۔

''مجرم تم نہیں ہو شہروز، مجرم تو ساویہ تھی تمہاری بھی اور اپنی بہن کی بھی، اس کی موت ایسے ہی لکھی تھی، سمجھ لو ایک مجرم اپنے انجام کو پہنچ گیا۔'' وہ اس کے ہاتھ کو تھپکتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ اس وقت اپنے اس ویران فلیٹ میں رونے کے لئے تنہا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

''ارے ساویہ......! ساویہ اندر آ جا بارش میں بھیگ رہی ہے بیمار ہو جائے گی۔'' اماں برآمدے میں پلنگ پر بیٹھی چاول چن رہی تھی اور ساتھ ساتھ باہر صحن میں بارش سے کھیلتی تین سالہ ساویہ کو چکار چکار کر بلا بھی رہی تھیں مگر وہ ہنستی کھلکھلاتی آسمان کی طرف منہ کیے بارش سے لطف اندوز ہوتی سرد ہوتے موسم اور اماں کی آواز سے بالکل بے خبر تھی بالآخر اماں چپل گھسیٹتی اٹھیں اور اسے گود میں اٹھانے کو آگے بڑھیں۔

''میرا سونا، بچہ میرا چاند بچہ، ٹھنڈ لگ جائے گی تجھے۔'' اماں صحن میں ہاتھ پھیلائے کھڑی تھیں اپنے کمرے سے نکلتی عروبہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو دوڑتی ہوئی ان تک آئی تھی۔

''اماں...... اماں...... کیا کر رہی ہیں آپ، کہاں جا رہی ہیں؟ دیکھیں کتنی بارش ہو رہی ہے، چلیں اندر سردی لگ جائے گی آپ کو ویسے بھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔'' وہ انہیں اپنے حصار میں اندر لے جانے لگی تو وہ تڑپ اٹھیں۔

''پر میری بچی کو ٹھنڈ لگ جائے گی، وہ کب سے بھیگ رہی ہے بارش میں، ہٹ جا مجھے جانے دے اس کے پاس۔'' وہ اپنا آپ اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھیں وہ ایک ہی لمحے میں سب کچھ سمجھ گئی آج پھر ان پر ساویہ کا دورہ پڑا تھا اس کی موت کو آج دو ماہ ہو چکے تھے مگر وہ اسی کے الوژن میں کھوئی رہتی تھیں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اسے پکارتی تھیں اپنے پہلو میں بستر کو ٹٹولتی تھیں کبھی تصور میں اسے اپنے سامنے بیٹھا دیکھتیں اور اس سے باتیں کرنے لگتیں، عروبہ ان کے کمرے میں ہی سوتی تھی بڑی مشکل سے انہیں سنبھالتی اور انہیں سنبھالنے کی کوشش میں خود بھی بکھرنے لگتی ساویہ کی یاد اس کے اندر بھی انگڑائی لینے لگی جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے کئی سال گزارے تھے گو کہ ساویہ اس کے ساتھ کبھی سے بھی فرینڈلی نہیں رہی تھی اس کے برعکس وہ کافی جھگڑالو فطرت کی واقع ہوئی تھی لیکن اس نے ہمیشہ اس کی اس فطرت سے سمجھوتہ کیا تھا اس نے اس سے اس کی زندگی کی سب سے قیمتی چیز چھین لی تھی اس کی محبت پر قابض ہو کر اور اس کر کردار کشی کر کے لیکن اس نے پھر بھی اپنے اندر انتقام کی خواہش پیدا نہیں ہونے دی تھی سب کچھ قدرت پر چھوڑ دیا تھا اور آج جب قدرت نے اس کے ساتھ کی گئی تمام زیادتیوں کا ازالہ کر دیا تھا تو وہ پھر بھی مغموم تھی دل گرفتہ تھی جسے وہ بھی

نے دکھ سے سوچا تھا لیکن لب نہیں کھولے تھے۔
"پلیز عروئی میں تمہیں پھر سے اپنانا چاہتا ہوں، بہت خالی ہوں، آباد ہونا چاہتا ہوں، بہت بے قرار ہوں پانا چاہتا ہوں، لوٹ آؤ عروئی کے زندگی تمہارے بنا کچھ بھی نہیں، سب کچھ ادھورا ہے تمہارے بغیر، میں بھی اور میرا گھر بھی۔" وہ مخمور سا بولتا جا رہا تھا عروئی کو لگا تھا زمین آسمان تھم گئے ہوں بہت عرصے بعد اس کا یہ لہجہ اسے بہت اچھا لگ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بولتا رہے بولتا رہے اور وقت رک جائے وہ جیسے کسی حسین خواب کے زیر اثر تھی اور جب اس خواب سے جاگی تو گھبرا اٹھی یہ جان کر کہ اب وہ اس کے لئے وہ نہیں رہا جو پہلے تھا خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے تیزی سے موبائل آف کر دیا۔
"کیوں امجد حدید! آخر کیوں تم پھر سے مجھے بے سکون کرنا چاہتے ہو، بہت مشکل سے خود کو یادوں کے بھنور سے نکالا ہے پھر کیوں مجھے پھر سے اس بھنور میں دھکیل رہے ہو، مت چھیڑا کرو میرے دل کے تاروں کو جو نہ جانے کب کے ٹوٹ چکے ہیں۔" سسکیاں اس کے لبوں سے پھوٹ پڑی تھیں، ہاتھ بڑھا کر اس نے دیوار پر لگے بورڈ پر ہاتھ مارا تھا کمرے میں مکمل تاریکی چھا گئی تھی زیرو پاور کے بلب کی مدھم روشنی میں وہ اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

اماں مسلسل اس کے پیچھے پڑی تھیں کہ کسی طرح سے اس کا گھر دوبارہ بس جائے اور وہ مسلسل انکاری تھی وہ ان کی بات بار بار ٹالنا نہیں چاہتی تھیں ان کی سوچ کے مطابق فیصلہ کر لینا چاہتی تھی لیکن اس کے اس فیصلے کی راہ میں امجد حدید بار بار رکاوٹ بن رہا تھا اس روز کے بعد بھی وہ مسلسل اس سے رابطے میں رہا تھا اور ہر بار وہ اپنے لفظوں کی تاثیر سے اتنا مجبور کر دیتا تھا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی کال ڈسکنیکٹ نہیں کرتی تھی آج پھر وہ اس سے اپنی بے چینیوں کے بارے میں اسے آگاہ کر رہا تھا کہ کسی طرح ایک ایک لمحہ وہ اس کے لئے بے سکون رہا ہے اور پھر نہ جانے کیا ہوا وہ خود پر قابو نہ پا سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی امجد حدید بے چین ہو گیا۔
"پلیز عروئی یوں مت روؤ، مجھے بتاؤ کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ جو تم یوں رو پڑی ہو۔" وہ مضطرب سا پوچھ رہا تھا اور وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ امجد حدید میں بھی اس احساس کا شکار ہو رہی ہوں جس کا تم شکار ہوئے ہو، میں بھی آج تک اسی خواب کے طلسم میں قید ہوں جس میں بھی میں اس وقت قید ہوئی تھی جب میں نے شعور کی سیڑھی پہ پہلا قدم رکھا تھا، آج بھی تمہارا ہی الوژن ہے جو مجھے کسی اور شخص کو ہم سفر بنانے سے روکے ہوئے ہے، لیکن وہ کہہ نہیں سکی ایک عجیب سی جھجک مانع تھی شاید اسے تعلق کی وجہ سے جواب نہیں رہا تھا۔
"میں تمہاری تمام تشنہ خواہشات کو سیراب کر دوں گا عروئی تمہارے بکھرے خوابوں کی کرچیوں کو سمیٹ لوں گا۔" وہ اپنے اندر چھپے درد کو لفظوں کے ذریعے اس تک پہنچا رہا تھا اور عروئی کو لگا تھا اب وہ بھی امجد حدید کے بغیر نہیں جی سکے گی اس رات اس نے خود سے بہت جنگ کی تھی ضمیر اسے روکتا تھا واپس اس کے پاس لوٹ جانے سے اور دل پھر سے اسی شخص کی پناہوں میں چلے آنے کے لئے مچل رہا تھا اور پھر اس رات دل ضمیر پر سبقت لے گیا اور اس نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں، اس رات اسے پہلی بار بہت سکون کی نیند آئی تھی کیونکہ پھر سے

بدلے کے طور پر ایک بددعا تک نہیں دے سکی تھی تو اس کی موت پر کیسے بے سکون نہ ہوتی۔
وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی موت کا سبب کیا ہے لیکن ایک روز اس راز سے بھی پردہ اٹھ گیا جب اسے ایک کال موصول ہوئی وہ اس رات بہت بے چین ہو کر باہر صحن میں چلی آئی تھی چاندنی میں نہاتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا پورا چاند ستاروں سے بھرے آسمان پہ ایک شان سے کھڑا تھا اس کے لبوں سے بے اختیار پھسل گیا۔
اے چاند میرے چاند کا پتہ دینا
اس کے دل نے یکدم ہی امجد حدید کے ساتھ کی خواہش کی تھی تشنگی بڑھنے لگی تو وہ بے چین ہو کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی بیڈ پر اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا نمبر دیکھ کر وہ الجھن کا شکار ہو گئی کہ وہ اس نمبر کے کسی شخص کو نہیں جانتی تھی شش و پنج میں گھری وہ چند لمحے سوچتی رہی پھر آن کا بٹن دبا کر کان سے لگا لیا۔
"پلیز عروئی فون بند مت کرنا۔" کوئی بہت عجلت میں بولا تھا اور وہ اس آواز کو لاکھوں میں پہچان سکتی تھی اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، وہ بالکل ساکت ہو گئی تھی زبان نے ہلنے سے انکار کر دیا تھا۔
"میں کئی روز سے تم سے بات کرنے کا حوصلہ خود میں جمع کر رہا ہوں کہ مجرم کو جب اپنے جرم کا احساس ہو جائے اور وہ خود کو سزا کے قابل سمجھنے لگے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے جو میری ہے۔" وہ بولتے بولتے رک گیا تھا نہ جانے کیوں وہ اپنے اندر فون بند کرنے کی ہمت نہیں کر پائی تھی شاید اس لئے کہ اس کے دل میں اس کے لئے جو محبت آج تک موجود تھی وہ پھر سے بیدار ہو اٹھی تھی اور اس کی آواز سننے کی منتظر تھی۔
"میں جانتا ہوں جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے وہ قابل معافی نہیں ہے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں میرے دل میں امید نہیں مرنے پائی کہ......" وہ جھجک کر رکا تھا۔
"کہ تم پھر سے لوٹ آؤ گی۔" وہ یہ کیا کہہ رہا تھا عروئی کو لگا تھا آسمان پورے وجود سے اس پر گر پڑا ہو وہ گنگ سی کھڑی رہ گئی تھی بہت سے آنسو اس کے رخساروں پر پھسلنے لگے تھے۔
"تم نے ایسا سوچنے کی ہمت بھی کیسے کر لی امجد حدید، تم شاید بھول چکے ہو اعتبار ایک بار کھو جائے تو پھر نہیں ملتا۔" وہ تلخی سے گویا ہوئی تھی کہ وہ درمیان میں ہی بول پڑا۔
"میں جانتا ہوں عروئی کہ میں نے تمہارا اعتبار کھویا ہے اور وہ بھی کسی اور کی وجہ سے نہیں تمہاری بہن کی وجہ سے۔" وہ اس کا ذکر آتے ہی طنز سے بولا تھا وہ حیرت اور تجسس میں گھری بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔
"اس نے مجھے حاصل کرنے کے لئے کس طرح تمہیں راستے سے ہٹایا یہ سب کچھ میں کبھی نہ جان پاتا اگر میں اس روز اسے شہروز کے ساتھ نہ دیکھ لیتا۔" وہ لب بھینچتے ہوئے بولا تھا عروئی کو لگا تھا اس کا وجود ریزہ ریزہ ہو گیا ہو وہ دم سادھے بیٹھی رہی۔
"اس روز میں نے نہ صرف اسے اپنے دل سے نکال پھینکا بلکہ زندگی سے چلے جانے کو کہا، اس روز مجھے لگا کہ قدرت نے مجھے میرے اس ظلم کی سزا دی ہے جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا اس روز میں نے اپنی نفرت کا سارا زہر اس کے دل میں اتار دیا وہ تمہاری مجرم تھی اور میں اسکا یہی جرم معاف نہیں کر سکتا تھا۔" وہ چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔
"تو سادیہ آپی کی خودکشی کی وجہ یہ تھی۔" اس

اس کے دل کے سونے مندر میں فضاؤں کا موسم اترنے والا تھا۔

اس روز پہلی بار اس نے اماں کے بتائے گئے پرپوزل پر حامی بھری تھی اور اماں کے خوشی سے پیر نہیں اٹھ رہے تھے بالآخر ان کی مسلسل کوشش بارآور ہو گئی تھی لڑکا کسی فیکٹری میں ادنیٰ درجے کا ملازم تھا دو بہنوں کا اکلوتا بھائی ماں باپ حیات نہیں تھے بہنیں اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں لیکن اسے ان تمام باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی کیونکہ اس کے لئے اس شادی کا مقصد کچھ اور تھا اور اسے محض ایک مخصوص مدت کے لئے اس کے ساتھ رہنا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس امجد حدید کی زندگی میں لوٹ آنا تھا اماں اس کے اس مقصد سے بے خبر بہت شانت تھیں کہ اس کی تنہائی اور ویرانی ختم ہونے جا رہی تھی اسے نئی زندگی ملنے والی تھی سو انہوں نے نکاح کی تیاریاں خوشی کے ساتھ شروع کر دیں لیکن اس نے شرط رکھی کہ یہ نکاح سادگی سے ہوگا اور اماں نے بلا چوں و چراں اس کی یہ شرط مان لی۔

لڑکے کی بہنیں آئیں اور چند ایک لوگوں کی موجودگی میں اسے رخصت کروا کے لے گئیں اماں نے رخصتی کے سمے ان دونوں کی جوڑی کو نظر بھر کر دیکھا لڑکا عام سی شکل و صورت اور درمیانے قد و قامت کا مالک تھا دیکھنے میں وہ کہیں سے بھی ان کی من موہنی سی بیٹی کے ہم پلہ نہیں لگتا تھا البتہ انہیں یہ یقین تھا کہ دیکھنے میں وہ جتنا شریف النفس اور نیک فطرت دکھائی دے رہا ہے اندر سے بھی ایسا ہی ہوگا بہت سی دعاؤں اور آنسوؤں کے ساتھ انہوں نے اسے رخصت کیا تھا اور نہ جانے کیسے اس کی بھی آنکھیں چھلک پڑی تھیں جواب تک پتھر کا بت بنی کھڑی تھی امجد حدید کی جگہ کسی اور کو اپنے پہلو میں دیکھ کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا لیکن اندر کہیں یہ سکون بھی تھا کہ یہ اذیت مستقل نہیں بس کچھ عرصے کی بات ہے پھر وہ ہوتی اور اس کا من چاہا ہم سفر۔

☆☆☆

شادی کے دو ڈھائی مہینے بعد بھی وہ اسی طرح بیڈ پر بجی بیٹھی تھی جس طرح پہلے روز وہ اپنی سیج پر موجود تھی عدیل نے سائیڈ ٹیبل پر دو کپ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھی چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بھرپور مسکراہٹ لئے نرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ سنبھل کر سیدھی ہو بیٹھی وہ اس کے برابر میں ٹک گیا اور ایک کپ اٹھا کر تھما دیا، گرم گرم چائے۔

"مجھے چائے گرم ہی پسند ہے ٹھنڈی ہو جائے تو مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔" وہ اسے نصیحت کرتا ہوا بولا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ وہ چائے ہاتھ میں پکڑے لمحوں کچھ سوچتی رہتی تھی اور جب اس کی آواز پر چونکتی تو وہ اس کی چائے ٹھنڈی ہونے کی طرف اس کی توجہ دلاتا تھا۔

"کہتے ہیں کہ جھوٹا پینے سے محبت بڑھتی ہے۔" ابھی اس نے چائے کا ایک ہی سپ لیا تھا کہ اس نے اپنی جھوٹی چائے اس کی طرف بڑھا دی اور اس کا کپ لیا وہ سراسیمہ سی بیٹھی رہ گئی وہ کیا جواب دیتی کہ جب محبت بڑھانی ہی نہیں تو پھر ایسا کرنے کا کیا فائدہ لیکن مصلحتاً خاموش رہی۔

"ہماری شادی کو تقریباً ڈھائی ماہ تو ہو چکے ہیں اور ان دو ڈھائی ماہ کے بعد بھی تمہارا مجھ سے یوں دور دور رہنا، گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھے رہنا میری سمجھ سے باہر ہے تمہیں پتہ ہے عروبیٰ تمہاری آواز کتنی خوبصورت اور دلکش ہے جیسے باغ میں کوئل کوکتی ہو، جیسے آبشاریں بجتی ہوں، جیسے......"

وہ اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کرتے ہوئے بہکنے لگا تھا کہ وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی اس نے حیرت سے اس کے اس عمل کو دیکھا تھا وہ آتا فاتا بیڈ کے دوسرے سرے پر موجود تھی وہ سکتے کی کیفیت میں اسے یونہی دیکھتا رہا۔

"سنو عروبیٰ بیگم تمہارا یہ رویہ میرے لئے بہت عجیب و غریب اور ناقابل برداشت ہے، اب تمہیں بتانا ہی پڑے گا کہ تمہارے اس گریز کا سبب کیا ہے؟" وہ بیڈ سے اٹھتے ہی درشتی سے بولا تھا وہ بھی حتمی فیصلہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن لب کھلنے کی کوشش میں پھر سے بند ہو گئے تھے۔

"میں نے سوچا تھا کچھ دنوں میں ہم نادرن ایریا گھومنے جائیں گے لیکن تمہارے اس رویے سے میں بہت ڈسٹرب ہو گیا ہوں اور میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے لیکن بہرحال میں یہ جاننے کا حق رکھتا ہوں کہ میری ہمراہی سے اتنا ناخوش کیوں ہو...... کیوں میرے اور اپنے درمیان فاصلوں کو بڑھانے پر تلی ہو؟" وہ سرد و سپاٹ انداز میں اس سے مخاطب تھا۔

"کیونکہ میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔" وہ یکدم آپے سے تم پر اتر آئی تھی عدیل عباس نے حیرت سے اس کے اس جملے کو سنا تھا۔

"لیکن کیوں...... کیا یہ نکاح تمہاری مرضی سے نہیں ہوا؟" ماتھے پر شکنیں لئے بولا تھا وہ جز بز سی ہو گئی پھر اعتماد سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ نکاح میری ضرورت تھا خواہش نہیں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی، عدیل عباس کے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں۔

"واٹ رب؟"

اسے لگا تھا کہ یہی وقت ہے جب وہ اسے حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے پیچھا چھڑا سکتی تھی اور اپنی من پسند دنیا میں واپس جا سکتی تھی اس نے ایک لمحے کو بھی دیر کیے بغیر پوری داستان اس کے گوش گزار کر دی جسے سنتے ہی اس کا چہرہ ایک لمحے کے لئے سرخ ہوا تھا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اور دل میں بھانبڑ سے جلنے لگے تھے وہ اسے کوئی جواب دینا چاہتا تھا کوئی حتمی جواب یا پھر شاید سخت الفاظ اس پر آزمانا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر رک گیا جس کے صبیح چہرے پر پرفسوں قربت کا وہ عادی ہو چکا تھا جس کے وجود سے اسے عشق ہو چکا تھا اسے کیسے وہ ایک لمحے میں خود سے جدا کر دیتا وہ اسے سوچنے کا موقع دینا چاہتا تھا سو اس کا جواب اس کی توقع کے برخلاف تھا۔

"اچھی طرح سے سوچ لو عروبیٰ میری ذات کو اچھی طرح سے پرکھ لو پہلے مجھے خوب پہچان لو کیونکہ زندگی میں موقعے بار بار نہیں ملا کرتے ہو سکتا ہے جس خواب کے پیچھے تم بھاگ رہی ہو وہ لاحاصل ہو، تم مجھ سے دور جانا چاہتی ہو چلی جاؤ لیکن میں تمہیں چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جب تک تم مجھے یہ نہیں بتا دیتیں کہ میری محبت میں تمہیں کہاں جھول نظر آیا جو میری محبت بھی تمہارے ذہن و دل سے پرانی محبت کا نقش دھو نہیں سکی۔" وہ گہری سنجیدگی سے کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ حیران پریشان کھڑی رہ گئی تھی اسے اس شخص کے اتنے نرم ردعمل کی توقع ہرگز نہیں تھی وہ مزید الجھ گئی تھی پھر کسی حتمی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اس نے الماری سے اپنی ضروری اشیاء نکالیں اور بیڈ کے نیچے سے سوٹ کیس گھسیٹ کر اس میں ڈالنے لگی سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔

اماں اسے یوں اچانک وہ بھی اکیلا دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں یوں دوسرے شہر سے اکیلے

چلے آنا ان کے لئے حیران کن ہی تو تھا واحد بھی گھر پر ہی تھا وہ بھی اسے یوں سر شام دیکھ کر چونک گیا تھا۔

''میں وہ گھر چھوڑ آئی ہوں۔'' وہ ان کے سامنے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے سر جھکا کر بولی تھی۔

''لیکن کیوں؟'' واحد نے پریشان لہجے میں پوچھا تھا۔

''شادی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اور تو گھر چھوڑ کر آ گئی۔'' اماں بھی یکدم بولی تھیں۔

''ہاں اور اب میں واپس نہیں جاؤں گی۔'' وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلتے ہوئے بولی تھی۔

''آخر کوئی وجہ تو ہو گی عدیل نے کچھ کہہ دیا کیا اور اگر کچھ کہہ بھی دیا ہے تو ذرا ذرا سی باتوں پر یوں گھر چھوڑ کر آ جانا کیا کوئی اچھی بات ہے؟'' اماں اسے ڈانٹنے لگیں تو وہ جھٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بس جب نہیں جانا تو نہیں جانا ویسے بھی میں خود مختار ہوں اپنا اچھا برا سوچنے کا حق رکھتی ہوں۔'' وہ اٹل لہجے میں کہتی تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی اماں نے اس کے بگڑے تیوروں کو حیرت سے دیکھا تھا۔

''آپ پریشان نہ ہوں اماں میں پھر بات کروں گا ان سے۔'' واحد تسلی آمیز انداز میں کہتا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ اماں فکرمندی سے اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی تھیں۔

☆☆☆

امجد حدید کے مسلسل فون آ رہے تھے وہ بہت بے چین تھا اس کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا خبر سننے کے لئے اور وہ کیا بتاتی کہ جو اس کی زندگی میں آیا ہے وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق ہے جو اس کے منہ سے اتنی سنگین بات سن کر بھی طیش میں نہیں آیا تھا اب بھی اس کے ساتھ کا خواہشمند تھا جو اسے اب بھی مواقع دے رہا تھا کہ وہ اس کا ساتھ نہ چھوڑنے پر راضی ہو جائے۔

''پلیز عروئی میں مزید انتظار نہیں کر سکتا، جلد از جلد کوئی فیصلہ کرو، اب تمہارے بغیر نہیں رہا جاتا عروئی خیال لوٹ لوٹ کر تمہاری طرف جاتا ہے کسی کام میں جی نہیں لگتا، ہر وقت تمہارے تصور میں قید رہتا ہوں راتوں کی نیند اور دن کا سکون سب غارت ہو گیا ہے، تم بتاتی کیوں نہیں ہو کہ وہ کیا کہتا ہے، کیوں جلد از جلد تمہیں آزادی نہیں دے دیتا؟'' اس رات اس کا فون آیا تو وہ اسی کے ہی خیالوں میں گم بیٹھی تھی اور اس کی بے چینی کا سن کر وہ بھی بے سکون ہو گئی تھی۔

''بس کچھ دن اور انتظار کر لو امجد کچھ مسائل ہیں جو درمیان میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔'' وہ کمزور سے لہجے میں بولی تھی جیسے کوئی جواب نہ بن پڑ رہا ہو۔

''آخر ایسے کون سے مسائل ہیں عروئی جو تم سے حل نہیں ہو پا رہے آخر میں کب تک انتظار کروں، انتظار کی سولی پر لٹکنا کیا ہوتا ہے تم اس اذیت کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا تھا۔

''میں جانتی ہوں امجد، سمجھ سکتی ہوں تمہارے احساسات کو کیونکہ میں بھی اسی درد کی لپیٹ میں ہوں، بس کچھ دن اور پھر سب کچھ ہمارے حق میں ہو جائے گا۔'' وہ امید افزا لہجے میں بولی تھی تو دوسری طرف امجد حدید کو کچھ پل کے لئے قرار آ گیا۔

☆☆☆

اسی ایک خواب میں آج تک
میں بندھا ہوں آس کے جال میں
کوئی شہر یار وفاؤں کا
کبھی آئے عشق کے تخت پر
مجھے مجھ سے چھین کے لے چلے
کہیں دور شہر جمال میں
میرے سرد جسم کو ڈھانپ دے
وہ سلگتی سانسوں کی شال میں
جہاں میں ہوں اس کے جواب میں
جہاں وہ ہو میرے سوال میں
نہ ہو ایک بھی سانس کا فاصلہ
جہاں اس کے میرے وصال کا

جونہی اس نے موبائل آن کر لیا تھا عدیل عباس کا بے قرار سا میسج نظم کی صورت میں درج تھا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا کیا اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی وہ اس سے متنفر نہیں ہوا تھا اس کے وصال کا خواہاں تھا جبکہ وہ واضح کر چکی تھی کہ وہ اس کی بجائے کسی اور کی ہمراہی کی منتظر ہے یہ جاننے کے باوجود بھی کہ اس نے محض اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اسے کھلونا بنایا ہے اس کے خلوص اور بے غرض محبت نے اسے سوچوں کے گرداب میں دھکیل دیا تھا وہ اپنے دل میں محبتوں کا جہاں آباد کیے اس کی آمد کا منتظر تھا اور آج پہلی بار اس کے دل نے اس شخص کی عظمت کا اقرار کیا تھا وہ بلا ارادہ ہی اس کا موازنہ کرنے لگی تھی ایک طرف امجد حدید تھا جس نے اسے اپنی صفائی کا موقع دیے بغیر ایک پل میں اپنے وجود سے بے کار عضو کی طرح کاٹ کر پھینک دیا تھا اور دوسری طرف عدیل عباس تھا جو اس کی اتنی بے اعتنائیوں اور بے حسی کے باوجود بھی اس پر فریفتہ تھا وہ جتنا اس سے دور رہنے کی کوشش کرتی وہ اتنا ہی اس کے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ پوری رات اس نے صحیح فیصلے کی تلاش میں گزار دی تھی اور فیصلہ ہو گیا تھا اور اس نے لمحہ بھر کی بھی دیر نہیں کی تھی روشنی کے بڑھتے ہاتھوں کو مسکرا کر تھام لیا تھا۔

☆☆☆

ٹیکسی گھر کے سامنے آ کر رکی تو وہ فوراً سے پیشتر کھلے دروازے سے داخل ہوئی تھی اندر عجیب سناٹا تھا جیسے کوئی ذی روح موجود نہ ہو

www.paksociety.com

سامان وہیں صحن میں پھینک کر وہ بھاگتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی سامنے ہی کچن میں کھڑے مدیل عباس کی جھلک دکھائی دی تھی جو اپنے لئے کافی بنا رہا تھا اس کی آنکھیں رم جھم برسنے لگیں جونہی وہ کچن سے نکلا اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا وہ مچل سی ہوگئی۔

''ویلکم مائی ڈیئر وائف!'' وہ جو ابھی تک سکتے کی حالت میں کھڑا تھا یکدم مسکرا کے بولا تو اس کے اندر کا سارا خوف وسوسے کہیں دور جا سویا اس کے لب بھی مسکرانے کے لئے پھیلنے لگے۔

''میں نے سوچا اب ہمیں نادرن ایریاز چلے ہی جانا چاہیے۔'' وہ دھیرے سے مسکرا کر بولی تو مدیل عباس بھرپور انداز میں ہنس دیا اور پھر لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر آگے بڑھ کر اسے اپنے وجود میں چھپالیا۔

''لیکن اس سے پہلے آپ کو میرے بہت سے حساب چکانے ہیں، میری بے قراریوں کا بھگتان بھرنا ہے آپ کو، آخر ترسایا بھی تو بہت ہے آپ نے، سمجھ رہی ہو نا۔'' وہ معنی خیزی سے اس کی ٹھوڑی کو اپنی انگشت شہادت سے اونچا کرتے ہوئے بولا تو وہ شرم سے سرخ پڑ گئی اور اس رات پہلی بار اس شخص کی قربت سے بیزار نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے من کا پیاسا صحرا سیراب ہوتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

خزاں رسیدہ سوکھے پتوں کو اپنے قدموں تلے مسلتا ہوا وہ دل کا خالی کشکول لئے سڑک کے کنارے کنارے چلتا چلا جا رہا تھا بہت سے خواب اس کی مٹھی میں سسکنے لگے تھے۔

کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے
عجیب قصہ سنا دیا تھا
کہ جس کو سن کر تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے

اسے لگا تھا اس کی روح پہ ایسا زخم لگ ہے جو کبھی نہیں بھر پائے گا زہر اس کے وجو جڑوں میں پھیل رہا تھا۔

جانے کس سانحے کے غم میں
شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے

محبت کو پا کر کھو دینا کتنی بدنصیبی کی ب ہوتی ہے یہ اس پہ آج منکشف ہوا اس ارادے کمزور پڑنے لگے تھے۔

بہت تلاشا تھا ہم نے تم کو
ہر ایک وادی، ہر ایک رستہ، ہر ایک پربت
کہیں سے تیری خبر نہ آئی
تو یہ کہہ کر ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے
ہم اس کے رستے کو ڈھونڈ لیں گے

اسے لگا تھا کہ وہ اب بھی اس کے بغیر نہیں ہو سکے گا اس کی ذات ادھوری اور تشنہ تھی کسی درخت کے سائے میں رک کر اس اپنی خالی ہتھیلیوں میں بکھری لکیروں میں جن کے پس منظر میں اسے سوائے ہجر اندھیروں کے اور کچھ نظر نہیں آیا تھا بالآخر

اسکا مقدر ٹھہرا تھا۔

مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کر گئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزر چکی تھی

وہ اپنے ہاتھوں محبت کا در بند کر چکا اب بارہا دستک دینے کے بعد بھی نہیں کھ تھا۔

☆☆☆